جلسہ سالانہ نمبر

جلد نمبر ۱۱ | ۲۰/۲۷ نبوت ۱۳۴۱ ہش | ۲۲/۲۹ رجب ۱۳۸۲ھ | ۲۰/۲۷ دسمبر ۱۹۶۲ء | نمبر ۵۱/۵۲

میں آسمانی نور لیکر آیا ہوں اور دنیا میں قوت الیقین پیدا کرنا چاہتا ہوں

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وہ عظیم ذریعہ جس سے ایک چمکتا ہوا یقین حاصل ہو اور خدا تعالیٰ پر بصیرت کے ساتھ ایمان قائم ہو ایک ہی ہے کہ انسان ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا تعالیٰ کے وجود پر زندہ شہادت دینے والے ہوں خود جنہوں نے اس سے سن لیا ہے کہ وہ ایک قادر مطلق اور عالم الغیب تمام صفات کاملہ سے موصوف خدا ہے

ابتداء میں جب انسان ایسے لوگوں کی صحبت میں جاتا ہے تو اس کی باتیں بالکل انوکھی اور نرالی معلوم ہوتی ہیں۔ وہ بہت کم دل میں جاتی ہیں۔ گو دل ان کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اندر کی گندگیوں اور ناپاکیوں سے ان معرفت کی باتوں کی ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ جو کچھ گرد و غبار دل پر بیٹھا ہوتا ہے، صادق کی باتیں اس کو دور کر کے جلا دینا چاہتی ہیں۔ تا اس میں یقین کی قوت پیدا ہو۔ جیسے جب کبھی کسی آدمی کو مسہل دیا جاتا ہے تو درست اور دوائی پیٹ میں جا کر ایک گڑگڑاہٹ پیدا کر دیتی ہے۔ اور تمام مواد ردیہ اور فاسدہ کو حرکت اور جوش دے کر باہر نکالتی ہے۔ اسی طرح پر صادق ان ظنیات کو دور کرنا چاہتا ہے اور سچے علوم اور اعتقاد صحیحہ کی معرفت کرانی چاہتا ہے۔ اور وہ باتیں اس دل کو جس نے بہت بڑا زمانہ ایک اور ہی دنیا میں بسر کیا ہوا ہوتا ہے، ناگوار اور ناقابل عمل معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن آخر سچائی غالب آ جاتی ہے اور باطل پرستی کی قوتیں مر جاتی ہیں اور حق پرستی کی قوتیں نشوونما پانے لگتی ہیں۔

پس میں اس نور کو لے کر آیا ہوں اور دنیا میں قوت یقین پیدا کرنا چاہتا ہوں اور اس قوت کا پیدا ہونا صرف الفاظ اور باتوں سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ ان نشانات سے نشوونما پاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مقتدرانہ طاقت سے صادقوں کے ہاتھ پر ظہور پاتے ہیں

(الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۲ء)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے [illegible] آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا
پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۶۲ء

صدائے قادیان

آج سے ۷۰ سال پہلے قادیان کی اس مقدس بستی سے ایک آواز بلند ہوئی یہ آواز بالکل ویسی ہی تھی جو ہر زمانہ میں عین ضرورت کے وقت کسی مرکزی جگہ سے بلند ہوا کرتی ہے اور اپنے اندر غیر معمولی کشش اور جاذبیت رکھتی ہے جس کو سننے والا اگر بگوش ہوش سُنے تو اس کا گرویدہ بن جائے ۔ اور اگر غفلت اور لاپرواہی برتے تو زیاں کار رہنے اور ناقابلِ تلافی نقصان اٹھائے

جب انسان کا رشتہ اپنے خالق و مالک سے منقطع ہو جاتا ہے ۔ بدیوں اور بداعمالیوں کا سیلاب ایک طوفان کی شکل اختیار کر لیتا ہے ۔ اور جذباتِ نفسانی انسان کی اعلےٰ قدروں کو دبا لیتے ہیں ، نیکیوں کو چھوڑ کر بدیوں اور بدکاریوں میں لذت و سُرور محسوس کیا جانے لگتا ہے اور ایک عظیم بگاڑ دنیا پر مسلط ہو جاتا ہے خدا تعالےٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور انسان کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے کے سامان آسمان سے کئے جاتے ہیں ۔ خدا تعالےٰ کسی برگزیدہ بندے کو کھڑا کر دیتا ہے ۔ ——— پہلے تو دنیا اس کی باتوں کی شنوائی ہی نہیں ہوتی ، اس کی مخالفت کرتی ہے ۔ اس کے رستے میں روڑے اٹکاتی ہے ۔ اور ہر ممکن طریق پر اس کی آواز کو دبانے کی کوشش کرتی ہے ۔ مگر اس بندۂ الٰہی کے پیچھے خدا کی طاقت کام کرتی ہے ۔ اس لئے بڑی سے بڑی مخالفتیں بھی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں ۔ اور دھیرے دھیرے سعید روحیں اس کی طرف رجوع کرنے لگتی ہیں اور اس کا حلقہ بتدریج وسیع ہوتا ہے اور وہ آواز زیادہ کھلی فضا میں گونجنے لگتی ہے

قادیان سے جو آواز بلند ہوئی وہ بھی اسی قسم کی تھی ۔ جو ایک طرف خالق و مخلوق کے رشتہ کو استوار کرنے والی تھی تو دوسری طرف اس حقیقت کو منصۂ شہود پر لانے والی کہ رحیم و کریم خدا کسی زمانہ میں بھی اپنی مخلوق کو بے سہارا چھوڑ نہیں دیتا بلکہ اس کی اصلاح کے لئے وہ مصلحین کا سلسلہ برابر جاری رکھتا ہے کیونکہ جب تک انسان میں بھول چوک کا مادہ موجود ہے اسے یاد دلانے کی ضرورت قائم ہے ——— چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے بھی اس امر کو واضح کرتے ہوئے فرمایا :-

"وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ میں خدا اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی وہ طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض قال سے ان کی کیفیت بیان کروں ۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کے شرک کی آمیزش سے خالی ہے ، جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اسی خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے"

(لیکچر لاہور صفحہ ۳)

خدا تعالےٰ کے اذن سے آپ نے اس بات کا اعلان کیا کہ ہر مذہب کے اندر آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے ایک مصلح کے بارہ میں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں ان کا مصداق میں ہوں ۔ البتہ یہ بات کہ موعود اقوامِ عالم مسلمانی جامہ میں کیوں آیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مذہب اسلام تمام مذاہب کا خلاصہ اور نچوڑ ہے ۔ اس کے ماننے سے نہ صرف یہ کہ تمام سابق صداقتوں میں سے کسی کو چھوڑنا نہیں پڑتا بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ عصرِ حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے زائد مذہبی تعلیمات نہایت صحت کے ساتھ اس کے اندر پائی جاتی ہیں ۔ چنانچہ اس کے پاس ایسی کتاب ہے جو وقتِ نزول سے لے کر اب تک بالکل محفوظ و مصئون چلی آ رہی ہے ۔ یہ مذہب زندہ ہے کیونکہ اس کا زندہ خدا کے ساتھ تعلق ہے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جس طرح ایک پھلدار درخت ٹھیک موسم پر اپنے شیریں پھلوں سے لد جاتا ہے ، اسی طرح حسبِ وعدہ ہر سو سال کے بعد اس کی مبارک تعلیمات کو تازہ کرنے اور اس کے لئے ایک باعمل جماعت تیار کرنے کے لئے مجدد دین کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا ہے چنانچہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں یہ وعدہ نہایت صفائی کے ساتھ پورا ہوتا رہا ۔ اور اب جب کہ زمانہ کی حالت پہلے زمانوں کی نسبت نہایت درجہ ابتر ہو گئی اور اس میں ویسی ایسی خرابیاں راہ پا گئیں جن کا پچھلے زمانوں میں نام و نشان بھی نہ تھا ۔ گناہوں اور بدیوں کا ایک سیلاب امنڈ آیا ۔ بحر منقدو بر اعظموں میں پھیلی ہوئی دنیا نے سائینسی ترقی کے نتیجہ میں ایک ملک یا ایک شہر کی صورت اختیار کر لی اور روحانی لحاظ سے وہ وقت آن پہنچا جبکہ تمام مذاہب میں دئے گئے روحانی اصلاح کے وعدہ کو پورا کر دیا گیا ۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے بروقت دعوے نے اس امر کا ثبوت بہم پہنچا دیا کہ آخری زمانہ میں روحانی مصلح کے بارے میں خبریں دینے والے سب نیک اور خدا رسیدہ اور سچے بزرگ تھے ۔ اور آپ کے وجود کی طرح ان کے ذریعہ بتائی ہوئی خبریں بھی سچی اور برحق تھیں جو ٹھیک وقت پر پوری ہوئیں —!!

آپ نے اپنے ذاتی علم اور تجربہ کی بناء پر بڑی تحدّی کے ساتھ زندہ خدا کی ہستی کو پیش کیا جس کی زندہ ہستی کے ہزاروں اور لاکھوں شواہد ہیں ان میں سے ایک زبردست ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ کلام کرتا ہے ان کی نصرت و تائید کے لئے تازہ بتازہ نشانات ظاہر کرتا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے بطور ثبوت خود اپنی ذات کو پیش کیا اور فرمایا :-

آں خدائے کہ از و خلق و جہاں بے خبر اند
بر من او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

یعنی وہ خدا جس کی اصل حقیقت سے لوگ بے خبر ہیں اس نے مجھ پر تجلی کی ہے اگر تو اہل ہے تو مجھے قبول کر

آپ کی پیدائش کے زمانہ میں اور اس کے بعد عیسائیت کا بڑا زور تھا ۔ یہ وہ وقت تھا جب مغرب بڑی تیزی سے مشرق کی طرف بڑھ رہا تھا عیسائی مناد ساری دنیا کو صلیب کے تحت لے آنے کے خواب دیکھ رہے تھے حتیٰ کہ دنیا کے ایک بڑے خطہ پر ان کے صلیبی پرچم بھی لہرانے لگے ۔ ایسے وقت میں کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ مغرب سے مشرق کی طرف بہنے والا یہ دریا اپنا رُخ بدل کر مشرق سے مغرب کو بہنا شروع کر دے گا ——— !! لیکن

قادیان سے ایک آواز بلند ہوئی جس نے بڑی تحدّی کے ساتھ صلیب کے ٹوٹ جانے کی خبر دی کیونکہ اس سرزمین سے کاسرِ صلیب پیدا ہو گیا تھا ۔ آپ نے مسیحیت کے ابطال کے ایسے دلائل پیش کئے کہ عیسائی دنیا میں کھلبلی مچ گئی ۔ اور اب تو دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا ہے کیا بلحاظ اس کے کہ احمدی مبلغین کی مساعی سے دنیا کے متعدد مقامات میں عیسائیت بُری طرح پسپا ہو رہی ہے ۔ آپ نے اسی وقت بتا دیا تھا کہ ؎

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

اسی طرح آج سے ستر سال پہلے جبکہ برطانیہ کا ستارہ عروج پر تھا اور ملکہ وکٹوریہ کا زمانہ تھا خدا تعالےٰ سے خبر پا کر آپ نے اطلاع دی کہ ؎

سلطنتِ برطانیہ تا ہشت سال
بعد ازاں ضعف و فساد و اختلال

اس خبر میں بیان کردہ آٹھ سال ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر پورے ہو گئے اور بعد کے واقعات و حالات اس بات پر شاہد ہیں کہ برطانیہ کی وہ بڑی طاقت جو کسی وقت دنیا میں اوّل نمبر پر سمجھی جاتی تھی جس کی سلطنت کی وسعت کے باعث کہا جاتا تھا کہ اس پر سورج غروب نہیں ہوتا ۔ حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ دیکھتے ہی دیکھتے محکوم دنیا میں ایسی بیداری پیدا ہوئی کہ ایک ایک کر کے برطانیہ کی نو آبادیاں اس کے ہاتھ سے نکل گئیں ۔

اسی طرح ایسے وقت میں جبکہ قادیان کی گمنام بستی کو کوئی نہ جانتا تھا اسے دنیا میں کچھ بھی اہمیت حاصل نہ تھی ۔ اس گوشہ میں پیدا ہونے والے برگزیدہ بندے نے ساری دنیا میں شہرت پا جانے اور اپنے ماننے والوں کی ایک بڑی جماعت عطا کئے جانے کی خبر دی ۔ چنانچہ آپ کی جماعت ہندوستان سے نکل کر ساری دنیا میں پھیل گئی اور خدا کے فضل سے اب تو یہ جماعت بین الاقوامی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور دنیا کے بیشتر ممالک میں جماعت کی شاخیں موجود ہیں ۔ جہاں سینکڑوں کی تعداد میں احمدی مبلغ نیکی اور صلاحیت کی تبلیغ میں مصروف ہیں ۔ لاکھوں کے صرفہ سے بیسیوں مساجد تعمیر ہو رہی ہیں ۔ نوعِ انسان کی فلاح و بہبود اور امن و سلامتی کی تعلیمات

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق آج کی اطلاع منظہر ہے کہ

احباب کرام توجہ اور التزام کے ساتھ دعاؤں میں لگے رہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے حضور انور کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے ۔

قادیان ۔ ۱۴ / دسمبر ۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال خیریت سے ہیں الحمدللہ

معارف القرآن

روحانیت کے درست ہوئے بغیر دنیا میں سچا امن کہیں بھی قائم نہیں ہو سکتا

دنیا میں یکجہتی اور اتحاد پیدا ہونے کیلئے توحید باری تعالےٰ مرکزی نقطہ ہے

امن عالم کے حقیقی اور مؤثر ذرائع کی تفصیل

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

سورۃ العنکبوت کی آیت کریمہ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِہِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَۃِ اللّٰہِ یَکْفُرُوْنَ (آیت ۶۸) کی تفسیر میں حضور فرماتے ہیں :-

توحید باری تعالےٰ کے ثبوت میں اللہ تعالےٰ نے پہلے تو

فطرتِ انسانی کی شہادت

کو پیش کیا تھا اور بتایا تھا کہ مشرک لوگ خدا تعالےٰ کا انکار تو کرتے ہیں مگر جب مصیبت آتی ہے اور ان کے دل اور دماغ پر سے وہ پردے دور ہو جاتے ہیں جو قومی تعصب یا جہالت وغیرہ کے نتیجہ میں پڑ جاتے ہیں تو وہ بے اختیار اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر جھک جاتے اور اس کو خلوص کے ساتھ پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی یہ فطرتی پکار اس بات کا ثبوت ہوتی ہے کہ ان کے دل خدا تعالےٰ کی عظمت اور اس کی کبریائی کو محسوس کرتے ہیں ورنہ مصیبت کے وقت ان کی فطرت اس طرح عریاں ہو کر خدا تعالےٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے پر کیوں مجبور ہوتی۔ اب اللہ تعالیٰ اس

توحید کے ثبوت کے لئے

خانہ کعبہ کے وجود کو پیش کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ عرب میں چاروں طرف لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت کا بازار گرم رہتا ہے اور کسی کی جان اور عزت و آبرو محفوظ نہیں سمجھی جاتی لیکن مکہ والوں کو حدودِ حرم میں رہنے کی وجہ سے اتنا بڑا امن حاصل ہے کہ کوئی ان پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ یہ عظیم الشان انعام آخر مکہ والوں کو کیوں حاصل ہوا؟ کیا اس میں ان کی کسی ذاتی قابلیت کا دخل ہے؟ یا اس کے پیچھے صرف وہ دعائے ابراہیمی کام کر رہی ہے جو بیت اللہ کی بنیادیں اٹھاتے وقت انہوں نے کی اور اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ رنگ میں التجا کی کہ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَہٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۷) یعنی اے میرے رب اس جگہ کو

ایک پُر امن شہر

بنا دے اور اس کے باشندوں میں سے جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں انہیں ہر قسم کے پھل عطا فرما۔ پھر جب کہ دعائے ابراہیمی کی وجہ سے ہی انہیں رزق ملا۔ اور دعائے ابراہیمی کی وجہ سے ہی انہیں امن میسر آیا اور دعائے ابراہیمی کی وجہ سے ہی انہیں عزت اور شہرت نصیب ہوئی تو انہیں سوچنا چاہیئے کہ ابراہیم نے بیت اللہ کی تعمیر کیا اسی لئے کی تھی کہ یہاں خدائے واحد کی بجائے تین سو ساٹھ بت رکھ دیئے جائیں اور انسان اپنی جبینِ نیاز رب العالمین کی بجائے پتھر کے بے جان بتوں کے آگے جھکا دے۔؟ یا اس لئے کی تھی کہ خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو حکم دیا تھا کہ طَھِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ (سورہ البقرہ آیت ۱۲۶ ع ۱۵) یعنی میرے اس گھر کو طواف کرنے والوں اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے ہمیشہ پاک و صاف رکھو جب اس گھر کی تعمیر ہی

خدائے واحد کی عبادت کا ایک مرکز

بنانے کے لئے کی گئی تھی اور جب کہ انہی دعاؤں اور کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے مکہ والوں کو تمام عرب میں ایک نمایاں اعزاز حاصل ہوا تو یہ کتنی شرم کی بات ہے کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالےٰ کا اتنا عظیم الشان نشان ان کی آنکھوں کے سامنے رہتا ہے اور بیت اللہ کی ایک ایک اینٹ انہیں خدائے واحد کی عبادت کی طرف متوجہ کر رہی ہے پھر بھی ان کی خطاکار پیشانی ہمیشہ باطل کے سامنے جھکتی ہے۔ اور وہ اپنے عمل سے احسان ناشناسی کا بدترین مظاہرہ کرتے رہتے ہیں یہ معنے تو صرف مکہ والوں کی مناسبت کے لحاظ سے کئے گئے ہیں لیکن ایک دوسرے نقطۂ نگاہ سے اس آیت کو دیکھا جائے تو اللہ تعالےٰ نے اس میں بیت اللہ کو جو توحید کا مرکز ہے

امنِ عالم کے قیام کا ایک زبردست ذریعہ

قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ دنیا کو حقیقی امن صرف اسی صورت میں میسر آسکتا ہے جب وہ توحید کے اس مرکز سے تعلق رکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں اس وقت جتنے مذاہب پائے جاتے ہیں، اور ان مذاہب کی تعلیمیں آپس میں اس قدر مختلف ہیں اور ان مذاہب کے پیرو اپنے خیالات میں اتنا اختلاف رکھتے ہیں کہ بظاہر

دنیا میں یکجہتی اور اتحاد

پیدا ہونا ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ صرف ایک ہی نقطۂ مرکزی ہے جس پر تمام مذاہب کا اتحاد ہو سکتا ہے۔ اور وہ توحیدِ باری تعالےٰ کا نقطہ ہے۔ جس طرح بھائی بھائی کا آپس میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن باپ پر سب کا اتحاد ہو جاتا ہے اسی طرح مذاہب کا آپس میں ہزار اختلاف سہی توحیدِ باری تعالےٰ ایک ایسا عقیدہ ہے جس سے دنیا کا کوئی مذہب اختلاف نہیں کر سکتا۔ اور یہی

حقیقی مواخات پیدا کرنے کا ایک زبردست ذریعہ

ہے۔ جب تک دنیا یہ نہ سمجھے کہ زیدؔ اور بکرؔ اور عمرؔ اور خالدؔ سب میرے ربّ کی مخلوق ہیں اور انہیں بھی اسی خدا نے پیدا کیا ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اس وقت تک ایک دوسرے کی تحقیر اور عناد کا جذبہ دلوں سے مٹ نہیں سکتا۔ اسلام نے امنِ عالم کے قیام کے لئے سب سے پہلے اسی نقطۂ مرکزی کو لیا اور توحیدِ باری تعالےٰ کو دنیا میں قائم کیا اور انسانی قلوب میں یہ امر راسخ کیا کہ

اسلام کا خدا ربّ العالمین ہے

یعنی وہ اسی طرح مسلمانوں کا خدا ہے جس طرح ہندوؤں اور عیسائیوں اور یہودیوں اور زرتشتیوں وغیرہ کا خدا ہے۔ جب ایک عیسائی اور یہودی بھی ہمارے خدا کا ویسا ہی بندہ ہے جیسے ایک مسلمان ہے تو

ایک سچے مسلمان کے دل میں کسی ہندو یا عیسائی یا یہودی یا زرتشتی کا بغض کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ ان سب کو اپنا بھائی تصور کرے گا۔ اور اس کی محبت کا ہاتھ ان

سب کی طرف اسی شوق سے بڑھے گا جس شوق کے ساتھ ایک مسلمان کی طرف بڑھتا ہے

پس اسلام نے امنِ عالم کے قیام کے لئے توحید کا سبق پیش کیا اور پھر اس سبق کو ہمیشہ کے لئے ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے اس نے مسلمانوں کو بیت اللہ کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ (سورہ آل عمران آیت ۹۷) یعنی سب سے پہلا گھر جو تمام دنیا کے فائدہ کے لئے بنایا گیا تھا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسا گھر جو

تمام دنیا کے اتحاد کا نقطۂ مرکزی

تھا اسے وہ مذاہب نہیں بنا سکتے تھے جن کی نگاہ کبھی قومی حد بندیوں سے آگے نہیں گئی۔ ایسا گھر صرف خدا تعالیٰ کے الہام اور اسی کے منشاء کے مطابق تعمیر ہو سکتا تھا۔ سو خدا نے تمام دنیا کو ایک نقطۂ مرکزی پر جمع کرنے کے لئے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی اور زمانۂ ابراہیمی میں اس عمارت کی تجدید ہوئی۔ اور دنیا کے سامنے پہلی دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا کہ یہ گھر اس لئے بنایا گیا ہے کہ یہاں لوگ آئیں اس مقدس گھر کا طواف کریں اس میں عبادت اور ذکرِ الٰہی کریں اور دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں

اللہ تعالیٰ اپنے اس احسان کی طرف زیرِ تفسیر آیت میں توجہ دلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ ہم نے بیت اللہ کے ذریعے امنِ عالم کے قیام کی کتنی زبردست تدبیر کی ہے۔ اور کس طرح ہم نے عربی اور غیر عربی

مشرقی اور مغربی

گورے اور کالے، سرخ اور زرد سب کو ایک مرکز پر جمع کر دیا ہے اور پھر اس گھر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ایسی پُر امن تعلیم عطا فرمائی ہے جس پر عمل کرنے والے کا نہ اپنا امن برباد ہوتا ہے نہ اس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کا امن برباد ہوتا ہے۔ بلکہ اسلامی تعلیم کے ماتحت بیت اللہ سے سچا تعلق رکھنے والا وہی سمجھا جاتا ہے جس کے ہاتھ اور جس کی زبان کے شر سے دنیا کا ہر شخص محفوظ ہو گویا بیت اللہ کے ذریعہ نہ صرف ایک مدرسۂ امن کھول دیا گیا ہے بلکہ جو لوگ اس مدرسہ میں تعلیم پاتے ہیں وہ بھی دنیا میں

امن کے علمبردار

بن جاتے ہیں وہ جھوٹ نہیں بولتے وہ بدظنی نہیں کرتے، وہ ظلم نہیں کرتے، وہ بے جا غضب سے کام نہیں لیتے۔ وہ حرص میں مبتلا نہیں ہوتے۔ اور یہی چیزیں دنیا کا امن برباد کرنے والی ہوتی ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق قائم ہو جانے کی وجہ سے انہیں اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ باقی دنیا لالچ اور حرص کی آگ میں جل رہی ہوتی ہے۔ اور لوگوں کو نہ اپنے قلوب میں اطمینان نظر آتا ہے اور نہ ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے اپنے آپ کو مطمئن پاتے ہیں۔ اسی امر کی طرف وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ کعبۃ اللہ سے تعلق رکھنے والوں نے تو خدائے واحد کی تعلیم پر عمل کر کے ہمیشہ کا امن حاصل کر لیا لیکن ان کے ارد گرد جو اقوام بس رہی ہیں وہ اسلامی تعلیم کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے

بدامنی کا شکار

ہو رہی ہیں۔ ان میں لڑائیاں بھی ہوتی ہیں ان میں جھگڑے اور فسادات بھی ہوتے ہیں۔ ان کے مال و اسباب بھی لوٹے جاتے ہیں۔ غرض امن صرف انہی لوگوں کو میسر ہے جو خدائے واحد پر ایمان لا کر بیت اللہ کے ساتھ سچا تعلق رکھتے ہیں۔ باقی سب دنیا میں بدامنی ہی بدامنی پائی جاتی ہے اور ہر دل بے چینی اور اضطراب کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نمایاں امتیاز کو پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب بیت اللہ کے ذریعے دنیا میں

اتنا بڑا انقلاب

پیدا ہو چکا ہے تو کیا اس کے بعد بھی انہیں اپنی باطل سکیموں کی کامیابی کا یقین ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے اس عظیم الشان انعام کی ناقدری کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے ان کی بے چینی اور خلش کو دور کرنے کے لئے خود آسمان سے

نازل فرمایا ہے۔ اگر وہ عالمگیر امن کے خواہشمند ہیں تو اس کا طریق یہی ہے کہ وہ خدائے واحد پر ایمان لا کر بیت اللہ سے تعلق رکھنے والے گروہ میں شامل ہو جائیں

کیونکہ سچا امن کبھی بھی روحانیت کے درست ہوئے بغیر دنیا میں قائم نہیں ہو سکتا۔

دنیا کوشش کر رہی ہے کہ ہتھیاروں کے ساتھ صلح کو قائم رکھے۔ قانون کے ساتھ صلح کو قائم رکھے۔ یا عقل کے ساتھ صلح کو قائم رکھے۔ لیکن یہ تینوں چیزیں ناقص ہیں گو اپنے اپنے دائرہ میں ضروری بھی ہیں۔

یہ تینوں چیزیں جب تک روحانیت کے ساتھ نہ ملیں اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا

ہتھیاروں کے ساتھ اس لئے امن قائم نہیں رکھا جا سکتا کہ

ہتھیاروں کی دوڑ

شروع ہو جاتی ہے اور پھر یہ عادت ایسی پڑ جاتی ہے کہ صلح کے بعد بھی صلح کرنے والی قومیں ہتھیار جمع کرتی چلی جاتی ہیں۔ جس طرح ایک مالدار بھرے ہوئے بٹوے کے بغیر سفر نہیں کر سکتا۔ حالانکہ غریب آدمی چند پیسوں کے ساتھ سفر پر نکل کھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہتھیار جمع کرنے والی قومیں ہتھیاروں کی ضرورت کے ختم ہونے کے بعد بھی ہتھیار جمع کرتی چلی جاتی ہیں۔ کیونکہ اپنے ہمسایہ سے ڈرنے کی عادت انہیں پڑ جاتی ہے۔ اور کافی ہتھیاروں کے بغیر ان کے دل اطمینان نہیں پاتے

قانون اس لئے امن قائم نہیں کر سکتا کہ قانون ظاہر پر حکومت کرتا ہے باطن پر نہیں۔ اور عقل اس لئے امن قائم نہیں کر سکتی کہ عقل اخلاق کے تابع نہیں ہوتی۔ وہ یہ دیکھتی ہے کہ میرا یا میرے دوست کا فائدہ کس میں ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتی کہ بعض ظاہری فائدے باطنی نقصان کا موجب ہوتے ہیں اور قریب کی دوستی بعید کو خراب کر دیتی ہے۔

لیکن روحانیت ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو دائمی طور پر نیکی کی طرف مائل رکھتی ہے کیونکہ روحانیت نام ہے جذبات کے اخلاقی رنگ میں ڈھل جانے کا۔ اور جب جذبات اخلاقی رنگ میں ڈھل جائیں تو لازماً عقل بھی ان کے ساتھ ہوتی ہے اور ایک ایسا دوام پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کو کوئی لالچ یا کوئی حرص یا کوئی خوف اپنے مقام سے ہلا نہیں سکتا"

(تفسیر کبیر جلد ۵ حصہ سوم صفحہ ۳۷۷ تا صفحہ ۳۸۰)

حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی نعش قادیان دارالامان پہنچ گئی

قادیان - ۱۶ دسمبر آج شام سات بجے حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش قادیان پہونچ گئی۔ گذشتہ فروری میں سکندرآباد میں آپ کی وفات ہوگی تھی۔ اور اس وقت چونکہ نعش کو قادیان پہونچانے کا انتظام نہ ہو سکا تھا اس لئے آپ کو آپ کے خاندانی قبرستان میں امانتاً دفن کر دیا گیا تھا۔

اسی دوران میں آپ کی ان بیشمار خدمات جلیلہ کی وجہ سے جو آپ نے احمدیت قبول کرنے کے بعد اپنی آخری سانس تک نہایت مخلصانہ طور پر انجام دیں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے آپ کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ خاص میں دفن کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کے لئے بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر ۴ میں جو صحابہ خاص کے لئے مخصوص ہے قبر کھود دی جا چکی ہے۔ اور انشاء اللہ جلسہ کے ایام میں جنازہ پڑھ کر آپ کو دفن کر دیا جائیگا اور ایک سرخرو غلام اپنے عظیم الشان آقا کے قدموں میں پہنچ جائیگا۔

سکندرآباد سے آپ کے دو نو فرزند مکرم سیٹھ علی محمد صاحب ایم اے اور مکرم سیٹھ یوسف احمد الہ دین اور بعض دوسرے عزیز نعش کے ساتھ تشریف لائے ہیں اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو۔

مینیجر بہشتی مقبرہ قادیان

برکات احمدیت

از مکرم حاجی عبدالکریم صاحب آف کراچی نزیل قادیان

امام مہدی کے ظہور کے لئے بہت سے بزرگ دعا کرتے رہے کہ ان کو وہ زمانہ نصیب ہو مگر افسوس کہ وہ یہ حسرت لے کر اس دار فانی سے گذر گئے۔ جب حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوا تو اس وقت کے اکثر علماء نے آپ کی مخالفت کی اور ان کی دیکھا دیکھی عوام بھی اس طوفانِ مخالفت میں شریک ہو گئے۔ احباب جماعت کے لئے یہ امر مسرت کا باعث ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اسی زمانہ میں پیدا فرمایا اور پھر اس نے ان کو امام وقت کی شناخت کی توفیق عطا فرمائی۔ علماء و عوام کا یہ طریق رہا ہے کہ جب تک ان میں کوئی مردِ خدا زندہ رہا وہ اس کی مخالفت کرتے رہے اور اس کو کافر کہتے رہے اور اس کے مرنے کے بعد قبر کی زیارت کرتے اور مرادیں مانگتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے ؎

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

یعنی آج میری قوم میرے مقام کو نہیں پہچانتی۔ ایک دن ایسا بھی ان پر آئے گا کہ میرے مبارک وقت کو رو رو کر یاد کرے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو محض اپنے فضل وکرم ورحم سے اس سلسلہ میں شرکت کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمد للہ۔ ۱۹۱۳ء میں یہ عاجز سرگودہا میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا اس کے قریب ہی جامع مسجد تھی۔ میں وہاں کے امام صاحب کو نماز فجر سے پون گھنٹہ پہلے قرآن شریف ناظرہ سنایا کرتا تھا۔ اس خیال سے کہ اس میں کوئی غلطی کروں تو وہ اصلاح کر دیں۔ نمازیں اسی مسجد میں باجماعت ادا کیا کرتا تھا۔ ہمارے ہیڈ ماسٹر حافظ عبدالکریم صاحب بی اے بی ٹی تھے وہ بورڈنگ ہاؤس کے سپرنٹنڈنٹ بھی تھے وہ بھی نماز کے پابند تھے۔ اسی مسجد میں نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ مگر جمعہ کی نماز وہ کسی اور مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز جب وہ جمعہ کی نماز ادا کرنے جا رہے تھے تو میں بھی وضو کر کے ان کے پیچھے پیچھے چلا گیا جس مسجد میں انہوں نے نماز جمعہ ادا کی۔ میں نے بھی وہاں نماز جمعہ ادا کی۔ نماز کے بعد وہ بورڈنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ میں بھی ان کے پیچھے جا رہا تھا۔ وہ مجھے اس مسجد میں دیکھ چکے تھے۔ تھوڑی دور چل کر انہوں نے مجھے بلا کر دریافت کیا کہ تم نے اس مسجد میں نماز جمعہ کیوں پڑھی۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ ساتھ چلا آیا۔ حافظ صاحب نے فرمایا دیکھو یہ مسجد احمدیہ ہے۔ ان لوگوں کو قادیانی بھی کہتے ہیں اور مرزائی بھی۔ میں نہ قادیانی ہوں اور نہ مرزائی۔ مگر یہاں اس لئے جمعہ کی نماز پڑھنے آتا ہوں کہ خطبہ میں امام یہاں قرآن شریف کی اچھی تفسیر بیان کرتے ہیں اس لئے یہاں نماز جمعہ ادا کرنے میں مزا آتا ہے۔ تم اگر چاہو تو یہیں نماز جمعہ ادا کیا کرو۔ مگر دیکھو قادیانی یا مرزائی نہ ہونا۔

اس کے بعد میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ یہ حافظ قرآن ہیں بی اے بی ٹی ہیں ان کو مسجد احمدیہ میں نماز پڑھنے میں لذت آتی ہے مگر نہ وہ خود احمدی ہیں اور مجھے بھی منع کرتے ہیں یہ عجیب بات ہے۔ اس وقت تک مجھے جماعت احمدیہ کے عقاید وغیرہ کا کوئی علم نہ تھا عشاء کی نماز کے بعد بھی میں دیر تک یہی سوچتا رہا۔

ایک خواب

رات کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک مذہبی لیکچر ہے اور لوگ اس کو سننے جا رہے ہیں میں بھی چلا گیا۔ وہاں ایک بزرگ نے تقریر فرمائی کہ اسلام زندہ مذہب ہے۔ اس کا خدا زندہ ہے۔ اس کا رسول زندہ ہے اس کی کتاب زندہ ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس زمانہ میں اس لئے بھیجا ہے کہ میں اسلام کی صداقت ثابت کروں۔

جلسہ ختم ہوا تو میں نے سامعین میں سے اپنے ساتھ والے سے پوچھا۔ کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ یہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں جنہوں نے اس زمانہ میں امام مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ میں جامع مسجد نماز فجر سے پہلے چلا گیا تاکہ امام صاحب کو قرآن شریف سناؤں میں نے ان سے کہا مولوی صاحب! سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ یہ سنتے ہی مولوی صاحب نے غصے سے مجھے کہا "او منڈیا! تجھ کو کوئی مرزائی ٹکر گیا ہے" میں نے کہا نہیں۔ وہ کہنے لگے "مرزا لعنت کافر ہے جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ اس کے ماننے والے سب کافر ہیں ان لوگوں کا کفر یہاں تک ہے کہ اگر کوئی مرزائی اس مسجد میں آ جاوے تو مسجد ناپاک ہو جاتی ہے اور جہاں اس کا قدم پڑے وہاں سے جب تک چھ فٹ زمین کھود کر نیا فرش نہ بنوایا جائے وہاں نماز نہیں ہو سکتی۔ میں نے کہا مولوی صاحب! اگر نماز مغرب کا وقت ہو اذان ہو چکی ہو نماز باجماعت تیار ہو تو اس وقت اگر ایک مرزائی مسجد میں آ جاوے اور وہ ساری مسجد میں پھر جائے اور یہ بھی کہہ دے کہ میں مرزائی ہوں تو کیا نماز مغرب ادا کی جاوے یا نہ۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ پہلے چھ فٹ فرش کھودا جائے پھر نماز ہو سکتی ہے۔ میں نے کہا مولوی صاحب! یہ فرش تو پکا ہے اس پہ بہت سا وقت لگے گا۔ نماز مغرب۔ عشا اور فجر کا وقت بھی جاتا رہے گا۔ پھر یہ ارشاد نبوی ہے کہ من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر جس نے نماز دیدہ دانستہ چھوڑی وہ کافر ہو گیا۔ امام صاحب نے اصرار کیا کہ جب تک فرش چھ فٹ دوسرا نہ لگایا جائے۔ نماز نہیں ہو سکتی۔ میں نے کہا مولوی صاحب! مجھے جو قرآن شریف آپ کو سنانا تھا وہ سنا چکا۔ میں دینی علم زیادہ نہیں رکھتا مگر میری ضمیر اس جواب کو تسلیم نہیں کرتی۔ یہ کہہ کر میں مسجد احمدیہ چلا گیا

میری بیعت

مسجد احمدیہ کے خادم سے میں نے دریافت کیا کہ کوئی احمدی بزرگ مسجد کے قریب رہتے ہیں۔ انہوں نے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے وہاں جا کر دروازہ پر دستک دی تو ایک بزرگ سفید ریش نے مجھے اندر بلا لیا۔ وہ حلوہ پکا چکے تھے انہوں نے بچوں کو اٹھایا کہا بچو! اٹھو حلوہ تیار ہے وضو کرو اور حلوہ کھا کر نماز کے لئے چلو۔ مجھے فرمانے لگے بیٹا! بچوں کی ماں فوت ہو گئی ہے۔ میں ان کو صبح حلوہ دیتا ہوں تاکہ ان کو نماز کی عادت ہو جائے۔ مجھے بھی انہوں نے حلوہ دیا میں نے ان سے کہا کہ کیا حضرت مرزا صاحب کی تصویر آپ کے پاس ہے۔ انہوں نے ایک فوٹو مجھے دکھایا میں نے پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے لیکچر دیا تھا۔ اور خواب میں عاجز نے سنا تھا۔ میں نے کہا کہ میں آپ کی جماعت میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ انہوں نے دس شرائط بیعت مجھے پڑھوائیں۔ میں نے کہا مجھے منظور ہیں۔ انہوں نے ایک کارڈ مجھے دیا اس پر میں نے بیعت کی درخواست سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بھیج دی انہوں نے مجھے [illegible] دی کہ فی الحال تم اس کو پڑھا کرو۔

میں فوج میں کلرک بھرتی ہو گیا اور مجھے مہو چھاؤنی بھیج دیا گیا۔ جب میرے آنے کی خبر پلٹن میں پہنچی تو مسلمان صوبیدار میجر بہت خوش ہوئے اور اسٹیشن پر مجھے لینے آئے۔ راستہ میں ان کو معلوم ہوا کہ میں احمدی ہو گیا ہوں۔ تو ان کو بہت صدمہ ہوا۔ اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ مجھے ملازمت سے علیحدہ کرا دیں گے۔ مجھے باورچی نے کہا کہ تم کافر ہو اس لئے میں تمہارا کھانا تیار نہیں کرتا۔ میں نے پانچ روپے ماہوار پر ایک ملازم رکھا جب میں دفتر گیا تو اس کو ورغلایا گیا۔ اور وہ میرا سامان لے کر چلا گیا۔ جو ملازم میں رکھتا تھا وہ بھاگ جاتا تھا۔ اس کے علاوہ صوبیدار میجر مجھے رات کو بلایا کرتے تھے کہ وردی پہن کر حاضر ہو جاؤ۔ چند روز تک تو میں نے چنے کھا کر گذارہ کیا۔ چونکہ میرے پاس صرف درثمین تھی اس لئے میں نے مرکز سے کتب سلسلہ منگوائیں۔ سب سے پہلے براہین احمدیہ کو پڑھنا شروع کیا اس کے پڑھنے سے میرا ایمان بڑھتا گیا۔ کھانے کے لئے میں چنوں پر گذارہ کرتا تھا یا دفتر کے بعد بازار میں جا کر کہیں روٹی کھا لیتا تھا۔ صوبیدار میجر نے مجھے بلا کر کہا کہ آپ کو بہت تکلیف ہے آپ یہ ملازمت چھوڑ دیں میرے ساتھ چلیں کرنل صاحب کے پاس۔ میں کہہ دونگا کہ صاحب ان کے مذہب کا کوئی آدمی اس پلٹن میں نہیں ہے اس لئے اس کو ڈسچارج کر دیا جائے۔ میں نے جواب دیا قیام فی اقام اللہ جہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے میں وہیں رہوں گا۔ میں خود ملازمت نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے پورے جوش سے ان کو جواب دیا کہ میں احمدیت کو قائم کر کے چھوڑوں گا۔ دوسرے روز میں نے دفتر میں درخواست دی کہ میرا نام عبد الکریم کی بجائے "اے کے احمدی" تبدیل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کے مطابق آرڈر ہو گیا اور سب پلٹن کو سنا دیا گیا۔ اس کے بعد صوبیدار میجر کو بھی مجھے "مسٹر احمدی" کہنا پڑتا تھا۔ صوبیدار میجر نے مجھے مزید تنگ کرنا شروع کیا۔ میں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ (جو میرے ہم وطن تھے) کو دعا کے لئے خط لکھا۔ انہوں نے کرنل صاحب کو خط لکھا کہ عبدالکریم کا خیال رکھیں اس کو مخالفین سلسلہ تنگ کر رہے ہیں۔ ان کو حضرت مفتی صاحب نے سلسلہ کا انگریزی لٹریچر بھیجا۔ میں عشاء کی نماز کے بعد براہین احمدیہ ہر روز پڑھا کرتا تھا۔ ایک روز پڑھتے پڑھتے میں سوچنے لگا کہ مسلمان کیوں اس نور کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی گوارا نہیں کر سکتے کہ دوسرے اس تعلیم کو مانیں۔ مجھے اونگھ آ گئی اور میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ میرے سامنے کھڑے ہیں انہوں نے مجھے ایک کتاب دی جو بجائے کاغذوں کے سبز رنگ کے پتوں کی بنی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے چند ورق الٹے تو وہ خالی تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اس میں تو کچھ نہیں لکھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں آپ کے لئے سب کچھ ہے۔ اس لئے میں پھر شوق سے اس کی ورق گردانی کی تو [illegible] ایک صفحہ پر جلی قلم

سے یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے :-

"دنیا تیرے پیچھے لگی ہوئی ہے مگر ہم تجھے بچالیں گے"

میں نے دیکھا کہ ان الفاظ سے نور کی کرنٹ (Current) نکلی ہے اور وہ میرے جسم میں سرایت کر گئی ہے۔ میں نے اس بزرگ کا شکریہ ادا کیا یہ بزرگ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ تھے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ جاگنے کے بعد وہ نور کی رَو میرے جسم میں محسوس ہوتی تھی۔ میں نے یقین کر لیا کہ اب میرا پیارا خدا میرے ساتھ ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

حضرت مفتی صاحب کا خط اور لٹریچر ملنے کے بعد کرنل صاحب نے مجھے بلا بھیجا اور کہا تم احمدی ہو مفتی محمد صادق صاحب نے مجھے لکھا ہے کہ تم کو مخالف تنگ کر رہے ہیں انہوں نے مجھے لٹریچر بھیجا ہے جو بہت عمدہ ہے۔ تم کیوں میرے پاس نہیں آئے۔ میں نے کہا اس مخالفت میں مجھے نماز اور دعا میں بہت لذت آتی تھی۔ میں نے یہ پسند نہ کیا کہ میں اس ذوق کو ضائع کر دوں۔

ذٰلِكَ الدعاءِ بليلة الاحزاب

مزید احمدی کلرکوں کی بھرتی

کرنل صاحب نے اپنے ایڈجوٹنٹ (Adjutant) مسٹر کپتان مور صاحب (Moore) کو بلا کر کہا کہ مسٹر احمدی اکیلے ہیں اس لئے آئندہ جو کلرک ملازم رکھو وہ اس کی جماعت کا ہو اور احمدی کو حاضری وغیرہ بھیجنے جانے کی ضرورت نہیں۔ صوبیدار میجر کو بلا کر پوچھا کہ کیا احمدی کافر ہوتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں حضور! کرنل صاحب نے کہا تو اچھا ہم ان کو دفتر میں جگہ رہنے کے لئے دیتے ہیں ان کو حاضری وغیرہ پر آپ نہ بلایا کریں۔ میں نے الفضل میں اشتہار دیا اور احمدی احباب کی درخواستیں آئیں جو میں نے کپتان مور صاحب کو دے دیں اس کے نتیجہ میں مندرجہ ذیل احباب میری پلٹن میں ملازم ہو گئے۔ (۱) مرزا محمد حسین صاحب بھتیجے مسیح (۲) مشتاق احمد صاحب جو مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی کے رشتہ دار تھے۔ عیسائی ہو گئے تھے اور پھر مسلمان ہو کر لکھنؤ میں رہتے تھے پال کہلاتے تھے۔ (۳) محمد ابراہیم صاحب ملتانی مرحوم۔ ہم چاروں احمدی اکٹھے رہتے تھے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مجھے کرنل صاحب نے دو ماہ کے لئے لاہور بھیج دیا فوجی حساب کی سکھلائی تھی۔ وہاں میں C.M.A.B. کے دفتر میں کام سیکھتا تھا۔ اس دفتر میں مکرم حکیم دین محمد صاحب جو مکرم صلاح الدین صاحب کے خسر ہیں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ انہوں نے دو ماہ تک مجھے اپنے مکان میں رکھا وہاں کھانے اور نماز وغیرہ کا بہت آرام رہا۔ میں نے مکرم حکیم صاحب کی خدمت میں جو الاؤنس لاہور رہنے کا مجھے زاید ملتا تھا پیش کیا مگر انہوں نے واپس کر دیا۔ میرے دو ماہ پورے ہونے والے تھے کہ ایک احمدی دوست حکیم صاحب کے پاس ٹھہرے ان کے ساتھ ہم دونوں نے فوٹو کھینچوایا۔ ایک ایک کاپی ہر ایک نے لی۔ چلنے سے پیشتر حکیم صاحب نے فرمایا کہ جو احمدی دوست آپ کا فوٹو لے گئے ہیں ان کی ایک لڑکی جوان ہے وہ آپ کو رشتہ دینا چاہتے ہیں۔ اگر مناسب خیال کریں تو رشتہ کر لیں۔ چونکہ مکرم حکیم صاحب کا مجھ پر احسان تھا اس لئے میں نے آمادگی ظاہر کی۔ اس وقت میری پلٹن مہو چھاؤنی سے تبدیل ہو کر ملتان چھاؤنی آگئی تھی۔ میں جب ملتان آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میری پلٹن کو لڑائی پر جانے کے لئے تیار رہنے کا حکم ملا ہے۔ اس لئے میں نے مکرم حکیم صاحب کی خدمت میں لکھا کہ عنقریب میں لڑائی پر چلا جاؤنگا۔ کیا اس صورت میں بھی وہ صاحب مجھے وہی لڑکی کا رشتہ دینے کو تیار ہیں۔ آپ کا جواب آنے پر میں مستورات کو بھیجوں گا بشرطیکہ وہ اب بھی راضی ہوں۔ میں نے استخارہ کیا اور دعائے مسنونہ کے بعد میں انگریزی میں دعا مانگا کرتا تھا کہ میری بیوی کیسی ہونی چاہیئے

She should be faithful to herself, more faithful to me and most faithful to God.

نکاح کیلئے استخارہ اور کشف

سو میری دعا یہی تھی کہ اے خدا وہ اپنے حقوق ادا کرنے والی ہو اس سے زیادہ میرے حقوق ادا کرنے والی ہو اور سب سے زیادہ تیرے حقوق ادا کرنے والی ہو۔ چونکہ میری دانست کے مطابق عورت میں اس قسم کے نقائص ہوتے ہیں کہ وہ اپنے حقوق کا خیال نہیں کرتیں یا خاوند کے حقوق کو نظر انداز کر دیتی ہیں اور یہ تو ایک عام بات تھی کہ عورتیں خدا پرست نہ ہوتی تھیں۔ نماز روزہ کی پابندی نہیں کرتی تھیں۔

ابھی تین روز دعائے استخارہ کرتے گذرے تھے ایک رات کو دو تین بجے کا عمل تھا کہ مجھ پر کشفی حالت طاری ہو گئی میں کھویا گیا اور میں نے دیکھا کہ ایک نور کی چادر میرے اردگرد کھینچی گئی ہے اور ایک فرشتہ میرے سامنے کھڑا ہے اور وہ مجھے ایک طرف انگلی کا اشارہ کر کے کہتا ہے کہ :-

She is your wife

یعنی یہ عورت تمہاری بیوی ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک دلہن ہے جو ایرانی مصلّے پر نماز پڑھ رہی ہے۔ اور سجدہ کی حالت میں ہے۔ مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ تمہاری دعا منظور ہو گئی ہے آخری حالت دکھا دی گئی ہے شادی کی پہلی رات بھی وہ نماز کی پابند رہے گی۔ میرا ذہن اس رشتہ کی طرف گیا جو مکرم حکیم صاحب نے تجویز فرمایا تھا۔ مگر چند روز بعد مجھے حکیم صاحب کا خط ملا کہ لڑکی کے والدین چاہتے ہیں کہ آپ فوجی ملازمت ترک کر دیں وہ آپ کو سول میں ملازم کرا دیں گے اور اگر آپ نہ مانیں تو وہ رشتہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ کچھ روز بعد ہماری پلٹن مصر روانہ ہو گئی۔ مجھے سویز میں حساب کتاب کے دفتر میں بھجوا دیا گیا۔ باقی پلٹن میدانِ جنگ میں چلی گئی۔ میں حیران تھا کہ وہ عورت کون ہے کہاں کی باشندہ ہے اس کا کیا نام ہے۔ اس طرف خیال گیا کہ دعا کر کے دریافت کیا جائے مگر میں نے اسکو سوءِ ادبی خیال کیا۔ جو نظارہ مجھے دکھلایا گیا تھا اسی پر میں نے اکتفا کیا۔ لوگ بڑی محنت مشقت اور ریاضت کے بعد کہیں ایسے انعامات کے مورد ہوتے ہیں مگر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی کے طفیل میرے جیسے گنہگار کلرک کو یہ کشف دکھلایا گیا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو لنڈن جانے کا ارشاد ہوا انہوں نے مجھے لکھا کہ میں فلاں جہاز پر بمبئی سے روانہ ہونگا اور کمرہ کا نمبر بھی لکھا۔

عرشۂ جہاز پر حضرت مفتی صاحب سے ملاقات

حضرت مفتی صاحب نے اپنی تاریخ روانگی کے متعلق مجھے لکھا کہ مجھے جہاز والوں کی طرف سے تار ملے گا تو میں بمبئی روانہ ہو جاؤنگا۔ اس لئے وہاں جہاز والی کمپنی سے پتہ کر لیں کہ یہ جہاز کب سویز پہنچے گا۔ اگر ہو سکے تو آپ مجھے ملیں۔ میں نے فوجی حکام کے ذریعہ کوشش کی۔ مجھے کہا گیا کہ آپ کو دو گھنٹہ پہلے اطلاع دی جائے گی۔ میں نے حضرت مفتی صاحب کے لئے ایک سو روپیہ علیحدہ رکھ دیا۔ بیس روپے کا فروٹ لینا تھا اسی روپے کے قلم۔ چند روز بعد مجھے اطلاع ملی کہ ۸ بجے صبح فلاں میجر کے پاس جاؤ وہ آپ کے ساتھ اس جہاز پر جائیگا جس میں آپ کے مبلغ لنڈن جا رہے ہیں۔ میں نے بیس روپے کا فروٹ خرید لیا باقی دوکانیں بند تھیں اس لئے قلم نہ خرید سکا میں تختۂ جہاز پر گیا حضرت مفتی صاحب رضؓ سبز پگڑی سبز جبہ پہنے کھڑے تھے وہ مجھے اپنے کیبن (Cabin) میں لے گئے میں نے فروٹ پیش کیا اور اسی روپے نقد۔ میں نے عرض کیا کہ دوکانیں بند تھیں اس لئے میں آپ کے لئے قلم نہیں خرید سکا آپ سے عاجزانہ درخواست ہے کہ اس رقم سے قلم خرید کریں تاکہ تبلیغی خط و کتابت میں عاجز کو ثواب ملتا رہے (باقی اگلی قسط میں انشاءاللہ)

تقریب جلسہ سالانہ جماعتِ احمدیہ

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

(۱)

دسمبر میں سالانہ جلسے ہیں دو
مسیحِ محمد کا داں ہے نزول
وہیں مہبطِ وحیٔ دینِ الٰہ ہے
وہیں ہے مزارِ مسیحِ زماں
ہے مسجد مبارک تو اقصیٰ بھی ہے
بہشتی وہیں مقبرہ مرکزی
ہیں درویش خدام جن کے تمام
زیارت کرو چل کے اسے بھائیو!
دعاؤں کا مجبور محتاج ہے
وہیں دفن ہونے کی ہے آرزو

چلو پہلے سب قادیاں کو چلو
کیا حق تعالیٰ نے جس کو قبول
اسی میں ہے روحانیت کی فضا
وہیں ہے مزارِ بلند آستاں
وہیں چشمۂ نورِ اصفیٰ بھی ہے
شعائر ہیں اسلام کے اور بھی
ہماری جماعت کے قائم مقام
مگر بھول اکمل کو مت جائیو
وہیں تھا دل اسکا وہیں آج ہے
اسے پوری کر دے میرا اللہ ھو

(۲)

ازاں بعد ربوہ کا جلسہ سنو!
وہیں پر ہیں اصحاب احمد مسیح
اشاعت کا اسلامی مرکز یہیں
یہیں ہیں مبلغ مربی تمام
یہیں پر ہیں انصار و خدام سب
بھرے ہیں زندگانی کا کچھ!!
ذرا آکے جلسے میں دیکھو ہمیں
فدا کار ... فدا کارِ احمد ہیں اکمل تمام
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام

تو گلہائے بستانِ عرفاں چنو
یہیں پر ہمارا امام صبیح
ہے پھیلا رہا خوب دین مبین
بہ تحریکِ وقفِ جدید نظام
وہ کرتے ہیں خدماتِ اسلام سب
کرو نازِ مدت نوجوانی کا کچھ
ہے جنگل میں منگل بڑی رونقیں

سیرت رسول کریم صلعم واقعات کی روشنی میں
اور
اسلامی تعلیمات کا خلاصہ

از محترم مولانا محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم کلکتہ

احمدیہ نقطۂ نگاہ ایک احمدی مسلمان ہونے کے اعتبار سے ہمارا پختہ ایمان ہے کہ خالقِ فطرت نے روح و مادہ کی تمام ضروریات کی بہم رسانی کا ہمیشہ یکساں احترام فرمایا ہے۔ اور ایسا وقت کبھی آیا نہ آئے گا جبکہ روح یا مادہ خدائی بے توجہی کا شکار رہا ہو یا ہو جائے۔ کیونکہ یہ دونوں اس کی مخلوق ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ خالق اپنی مخلوق کی حاجت روائی سے اغماض برتے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے وما من دابۃ الا علی اللہ رزقھا یعنی اپنی مخلوق کی ہر قسم کی کفالت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے رکھی ہے۔ اور جب ساری مخلوقات میں اس کا یہ دوہرا فیضِ عام جاری ہے تو انسان تو اس کا شاہکار ہے۔ جیسا کہ خود قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان احسنِ تقویم میں پیدا کیا ہے۔ اندریں صورت یہ بالکل بدیہی ہے کہ خالقِ کائنات نے انسان کے روحی و مادی تقاضوں کا سب سے زیادہ خیال رکھا ہے نہ کبھی جسمانی لحاظ سے اسے بھوکوں مارا اور نہ روحانی اعتبار سے شیطان کا صیدِ زبوں بننے دیا۔ چنانچہ فرمایا وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْر یعنی دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس میں خدا کے نبی اور رسول نہ آتے ہوں۔ پس یہ گروہ انبیاء بڑا ہی مبارک گروہ ہے جو ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے روحانی خوانِ یغما بچھا کر دعوتِ عام دیتا رہا ہے۔ اور نہ صرف گفتار کے ذریعہ بلکہ رفتار و کردار کا نمونہ پیش کر کے راست روی اور نیک چلنی کی تلقین کرتا رہا ہے۔

اس اجمالی ایمان کے باوصف یہ اعتراف ناگزیر ہے کہ چونکہ انبیاء سابقین کے سوانح زندگی محفوظ نہیں اور جو تھوڑے بہت ہیں وہ تمام شعبہ ہائے زندگی پر حاوی نہیں اس لئے بسا اوقات ایک طالبِ حق حیران رہ جاتا ہے کہ وہ اپنے مخصوص حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کس خضرِ راہ کا دامن تھامے۔ اس کے برعکس آنحضرت صلعم کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ محفوظ اور ایک ایک واقعہ مسطور ہے اور آپؐ کی تریسٹھ سالہ زندگی بیشمار مثالی نمونوں سے بھرپور اور لبریز ہے اس لئے سیرت نگار قدم قدم پر رکتا اور پکارا اٹھتا ہے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است

خدائی اشارہ عرب کے اونچے گھرانوں کا دستور تھا کہ اپنے نومولود بچوں کو پلنے کے لئے دیہات کی کھلی فضا میں بھیج دیا کرتے تھے اسی سلسلہ میں ایک دفعہ مکہ کی شریف خواتین اور بدوی دائیاں رضاعت کے لئے جگر پاروں کا لین دین کر رہی تھیں کہ آمنہ اور حلیمہ کے دل ٹوٹ گئے۔ ایک ماں تھی جس کے دُرِّ یتیم کو کسی دائی نے قبول نہ کیا، دوسری دائی تھی جسے کسی ماں نے اپنا بچہ نہ دیا۔ آمنہ کا لال یتیم تھا جس کی پرورش کا صلہ موہوم تھا اور حلیمہ سعدیہ ایک نادار خاتون تھی جس کے ہاں ایک شیر خوار بچے کا پروان چڑھنا معلوم! آمنہ بھی غمزدہ تھی اور حلیمہ بھی۔ آخر حق بحق دار رسید۔ حلیمہ اس گوہرِ نایاب کو پانے میں کامیاب ہو گئی اور آپ کے دم قدم کی برکت سے دیکھتے دیکھتے حلیمہ کے دن پھر گئے۔ اس میں غیبی اشارہ تھا کہ حضور صلعم کا وجود باوجود شکستہ دلوں کے لئے مومیائی کا کام دے گا۔

پاکیزہ بچپن آپؐ نے یتیمی کی حالت میں جنم لیا اور ابھی چھٹے سال میں تھے کہ مادرِ مہربان کا انتقال ہو گیا۔ آٹھ برس کے ہوئے تو جدِ امجد کا وصال ہوا۔ غرض چہ کہ یہ چرکہ کھایا صدمے پہ صدمہ اٹھایا مگر پاکیزہ روی میں ایک ذرہ فرق نہ آیا۔ یتیم بچے عام طور پر آوارگی، چوری چکاری، دروغگوئی، دھوکہ بازی دشنام طرازی۔ بے حیائی، برہنگی اور بدأطواری جیسی عاداتِ قبیحہ کا شکار ہو جایا کرتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلعم کا بچپن بالکل بے داغ نظر آتا ہے۔ اس باب میں احادیث و اخبار واضح ہیں کہ آپؐ نہ کبھی عامیانہ ہنسی ہنسے۔ اور نہ آوارہ گرد ہمعصروں کے ساتھ اٹھے بیٹھے۔ نہ حریص و لالچی تھے اور نہ بال ہٹ یا رونا بسورنا آپ کا کام تھا۔ بلکہ آپ بچپن ہی میں سنجیدہ، باذوق، معصوم اور صابر و شاکر تھے سچ ہے

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

غمخوارِ جوانی اہلِ عرب وحشیانہ چال چلن، بے محابا لوٹ مار، اخلاق باختہ فتنہ و فساد، حیا سوز اخلاق و عادات اور بے رحمانہ قتل و غارت میں یگانۂ روزگار تھے۔ اور طرفہ تماشا یہ کہ وہ اپنی اس درندگی کو بہادری اور جواں مردی سمجھتے تھے۔ تاہم جنگ فجار کے بعد کچھ دل دردمند ہوئے۔ اور ایک معاہدہ طے پایا کہ "ہر مظلوم کی مدد کی جائے گی" یہ معاہدہ حلف الفضول" کے نام سے مشہور ہے۔ آنحضرت صلعم اس کے رکنِ رکین تھے۔ اور آپ کو یہ معاہدہ اس قدر مرغوب تھا کہ دعوئے نبوت کے بعد بھی آپ نے یہی فرمایا کہ اگر آج بھی ایسا معاہدہ عمل میں آئے تو آپؐ ضرور اس میں شامل ہو جائیں۔

اگرچہ شمولیت کے اعتبار سے تمام ارکانِ معاہدہ کی پوزیشن برابر تھی۔ مگر اس پر عملدرآمد کے لحاظ سے آنحضرت صلعم کا کوئی حریف نہیں کیونکہ آپ کے سوا شاید کوئی بھی اس پر عمل نہ کر سکا۔ چنانچہ ایک دفعہ جب ایک شخص نے ابوجہل سے اپنا قرضہ واپس مانگا اور ٹکا سا جواب پایا تو وہ خانۂ کعبہ کے پاس رؤسائے قریش کی بھری مجلس کے پاس فریادی ہوا ان لوگوں نے تماشا دیکھنے کے لئے یہ کہہ کر آنحضرت صلعم کے پاس بھیج دیا کہ آپ کے سوائے ابوجہل کسی کی نہیں سنتا۔ وہ ناواقف کیا جانے وجہابرہ قریش کی عیاریوں کو، وہ سیدھا کاشانۂ رسالت پر پہنچا اور کہا کہ بڑی امید لے کے آیا ہوں۔ تمام شرفاء مکہ نے یکزبان ہو کر کہا ہے کہ یہ کام آپ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ ابوجہل میرا حق دبائے بیٹھا ہے لیکن آپ کا ایک اشارہ کافی ہے ؎

بات بنتی ہے مری تیرا بگڑتا کیا ہے

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مکہ کا ذرہ ذرہ آنحضرت صلعم کا جانی دشمن تھا۔ کوئی آپؐ سے بات تک کرنے کا روادار نہ تھا اور ہر کوئی آپؐ کے درپئے آزار تھا۔ بایں ہمہ آپ نے حلف الفضول کا معاہدہ یاد کیا اور فوراً اس کے ساتھ ہو لئے ابوجہل کے دروازہ پر پہنچے اور دستک دی۔ آواز سنتے ہی وہ باہر نکلا اور اپنے قرضخواہ کے ساتھ آنحضرت صلعم کو موجود پا کر سراسیمہ ہو گیا، اور بلا چون و چرا ایک ایک پائی ادا کر دی۔ آنحضرت صلعم نے اپنی جان کو ہتھیلی پہ رکھ کر مظلوم کی حمایت کا ایسا شاندار نمونہ دکھایا کہ جس کی مثال نہیں۔

حسنِ تدبر اہلِ مکہ کو ناز تھا کہ ان کے مورثِ اعلیٰ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام خانۂ کعبہ کے بانی اور وہ خود اس کے متولی ہیں اور چونکہ کعبہ کی جاروب کشی اور کلید برداری ان کے اعزاز و امتیاز کا موجب تھی اس لئے اس کی بجا آوری میں ہمیشہ مسابقت سے کام لیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ یہ عمارت جو ٹوٹی، تو اہلِ مکہ نے ازسرِ نو تعمیرِ کعبہ کا بیڑا اٹھایا۔ سب لوگوں نے بڑے ذوق و شوق سے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لیکن جب چاردیواری اتنی اٹھ گئی کہ حجرِ اسود رکھنے کی نوبت آئی تو اس اعزاز کے لئے ہر قبیلہ تڑپ اٹھا، آنکھیں بدل گئیں تلواریں چمکنے لگیں اور قریب تھا کہ خون خرابہ ہو جائے کہ اچانک آنحضرت صلعم اُدھر آ نکلے۔ آپ کی غیر جانبداری، بے نفسی اور صدق و امانت پر مکہ والوں کو فخر تھا اس لئے اتفاقِ رائے سے آپ کو ثالث بنا لیا گیا۔ آپ نے جس سلیقے سے اس تنازعہ کا تصفیہ فرمایا وہ آپ کے حسنِ تدبر کا درخشاں ثبوت ہے۔ آپؐ نے ایک چادر بچھوائی اور اس کے عین درمیان حجرِ اسود رکھا پھر دعویدار قبائل کے نمائندوں سے فرمایا کہ وہ چادر کو تھام کر اوپر اٹھائیں۔ جب چادر عین موقعہ کے برابر آ گئی تو آپؐ نے حجرِ اسود کو اٹھایا اور اس کی جگہ نصب کر دیا۔ اور اس طرح آپ کے حسنِ تدبر سے تاریخ کا رُخ بدل گیا اور ایک دوسرے پر جان چھڑکنے والے باہم شیر و شکر ہو گئے۔

گلہ بانی اور حسنِ معاملہ بھیڑ بکریاں چرانے والے گلہ بان اور کاروباری تاجر رسوائے زمانہ ہیں اور مزہ یہ کہ ان کی یہی رسوائی ان کی پختگی کا معیار سمجھی جاتی ہے۔ پرایا کھیت اجاڑ دینا، درخت کاٹ لینا، گاہک سے دھوکہ کرنا اور چالاکی سے کھوٹے کو کھرے کی شکل میں پیش کر دکھانا گلہ بانی اور تجارت کی معراج ہے۔ لیکن آنحضرت صلعم کی گلہ بانی اور تجارت دونوں کام آپ کی زندگی کے کھلے باب ہیں۔ آپ نے ان پیشوں میں بھی امانت و دیانت کا ایسا ریکارڈ قائم کیا ہے کہ یگانے اور بیگانے معترف ہیں۔ چنانچہ ایک وقت آیا جب آپؐ نے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر قریش کو نام بنام پکارا۔ ان کی غیرت کو ابھارا اور قریب و بعید کو للکارا کہ کوئی ہے جو آپ کے سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکے مگر ذرہ بھر حرف گیری نہ ہو سکی۔ البتہ سب نے آپ کی راستبازی پاکدامنی اور عصمت مآبی کا اعتراف کیا۔ اسی طرح قیصرِ روم کے دربار میں ابوسفیان جیسے دشمن نے برملا آپ کے صدق و سداد اور ایفائے عہد کی گواہی دی۔

دنیا سے بے رغبتی جب آنحضرت صلعم کی ولولہ انگیز دعوتِ اسلام سے کفرستان کے در و دیوار ہل گئے۔ صنم پرستی کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئیں اور تین سو ساٹھ خداؤں کو خدائی کے لالے پڑ گئے تو ان کے پرستار آڑے آئے۔ اور فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست کے مصداق وہ ایک گرانبہار رشوت لیکر آنحضرت صلعم کے پاس حاضر ہوئے۔ اور بولے محمد! کیا چاہتے ہو؟ کیا مکہ کی حکومت؟ کیا کسی اونچے گھرانے میں شادی؟ کیا مال و دولت کا خزانہ؟ تم جو کہو ہمیں منظور ہے مگر اعلانِ توحید سے باز آ جاؤ۔

ایک دنیا دار اس سے زیادہ کیا چاہ سکتا ہے؟ اور ایک دنیا دار اس سے زیادہ کیا پیش کر سکتا ہے؟ لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی آنحضرت صلعم کو اپنی طرف مائل نہ کر سکی۔

خدا بینی اور خدا نمائی یوں تو آنحضرت صلعم کی ساری زندگی خدا بینی اور خدا نمائی پر گواہ ہے تاہم غارِ ثور کا واقعہ ان دونوں پہلوؤں کو خوب اجاگر کرتا ہے۔

چنانچہ جب ایک ماہر کھوجی اہل مکہ کو ساتھ لے کر غار ثور کے منہ پر پہنچا اور ماہرانہ کہا کہ تمہارا شکار اس کے اندر چھپا بیٹھا ہے تو وہ حقارت آمیز ہنسی ہنسے۔ گویا اس کا مذاق اڑا رہے ہوں کہ بوڑھے کھوجی! کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ کیا تمہیں غار کے منہ پر مکڑی کا جالا اور کبوتری کے انڈے نظر نہیں آتے۔؟ کھوجی اپنے فن کی تحقیر سن کر جل اٹھا۔ بولا کہ تب وہ گیا آسمان پر۔ کیونکہ قدم کے نشان آگے نہیں بڑھتے لاؤ سیڑھی اور جاکر ڈھونڈو اسے آسمان پر! یہ لوگ اسی حیص بیص میں تھے کہ یار غار گھبرایا، مبادا ستم نو لاک پر کوئی آنچ آجائے۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلعم کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے "لا تحزن ان اللہ معنا" اللہ اللہ! کیا خدا بینی ہے اور خدا نمائی کا یہ عالم کہ اگر یہ لوگ ذرا جھانک کر غار کے اندر دیکھ لیتے تو جس خدا کو وہ سطح زمین کے اوپر نہ دیکھ سکے، اسے زیر زمین ضرور دیکھ لیتے۔

اسی سلسلہ میں سراقہ بن جعشم کا واقعہ بھی نہایت ایمان افروز ہے جب آنحضرت صلعم ہجرت کے لئے نکلے تو اس نے تعاقب کیا قریب پہنچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اور سراقہ سر کے بل زمین پر آرہا۔ اور جب دوبارہ یہی واقعہ پیش آیا تو اس کا ماتھا ٹھنکا کہ ہو نہ ہو یہ خدائی انتباہ ہے۔ چنانچہ وہ فوراً تائب ہوا اور بصد منت معافی چاہی اور آنحضرت صلعم سے تحریری امان کا طالب ہوا جو دے دی گئی۔ وجہ تعاقب دریافت کرنے پر بتایا کہ قریش نے حضور صلعم کی گرفتاری پر سو اونٹ انعام رکھا ہے۔ سو یہی لالچ اسے کشاں کشاں لے آیا۔ حضور صلعم نے فرمایا سراقہ! میں تو کسریٰ شاہ ایران کے شاہی کنگن تمہارے ہاتھوں میں دیکھ رہا ہوں۔ چنانچہ جب خلافت ثانیہ کے زمانہ میں ایران فتح ہوا تو خلیفہ وقت نے برملا سراقہ کو شاہی کنگن پہنائے۔ اور اس طرح دنیا نے قدرت خداوندی کا تماشہ دیکھا۔

صلح جوئی، ژرف نگاہی اور وعدہ وفائی

صلح حدیبیہ کا عہد نامہ آنحضرت صلعم کی صلح جوئی ژرف نگاہی اور وعدہ وفائی کا بہترین ثبوت ہے۔ آپ چودہ سو پروانوں کے جھرمٹ میں زیارت کعبہ کا عزم کرتے ہیں لیکن راستہ ہی میں خبر ملتی ہے کہ قریش کی فوجیں سیلاب کی طرح بڑھی آتی ہیں آپ نے ہر چند چاہا کہ اہل مکہ کو اطمینان دلائیں کہ صرف زیارت کعبہ مقصود ہے۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے ان کے پاس کئی سفارتیں بھیجیں۔ معاندین کے ذریعہ مصالحت کی کوشش کی مگر بے سود۔ آخر خطیب قریش سہیل بن عمرو حاضر ہوئے تو ایک صلح نامہ تحریر ہوا۔ اس کی ساری شرطیں تقریباً ایسی تھیں جو مسلمانوں کو بیحد ناگوار تھیں مگر ایک شرط تو ایسی تھی جس نے ان کے صبر و قرار کا دامن تار تار کر ڈالا۔ اور وہ شرط یہ تھی کہ پہلے سے جو مسلمان مکہ میں مقیم ہیں انہیں ساتھ نہ لے جایا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کی اجازت ہو۔ نیز اگر آئندہ کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کیا جائے لیکن اگر کوئی مرتد ہو کر چلا آئے تو اس کی واپسی کا مطالبہ نہ کیا جائے۔"

اب ایک طرف شماتت اعداء کہ مسلمانوں کو خوب دبایا اور دوسری طرف عامۃ المسلمین تو درکنار خود حضرت عمر جیسے دانا و بینا مرد مجاہد کو بیٹھے بٹھائے ہاراں تپ۔ مگر آنحضرت صلعم نے صلح و سلامتی اور امن و شانتی کے لئے سب کچھ گوارا کر لیا۔ ابھی یہ معاہدہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ نمائندہ قریش کا صاحبزادہ ابو جندل جو مسلمان ہو چکا تھا، مگر باپ نے زنجیروں میں جکڑ کر قید کر رکھا تھا، اور مار مار کر اس کی کھال ادھیڑ دی تھی پا بجولاں آنحضرت صلعم کے حضور آپہنچا۔ یہ دیکھتے ہی سہیل اڑ گیا کہ محمد! کہ معاہدہ کی رو سے اسے واپس کیجئے۔ اگرچہ صحابہؓ نے عذر کیا کہ ابھی معاہدہ نامکمل ہے مگر آنحضرت صلعم نے پاس عہد کی خاطر سینے پر پتھر کی سل رکھ کر اپنا یہ روحانی فرزند سہیل کی جھولی میں ڈال دیا۔ اور ڈیڑھ ہزار سر فروش مجاہد پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔

اس معاہدہ پر ابھی بمشکل تین دن گذرے تھے کہ عالم الغیب خدا نے مسلمانوں کی اس "ہار" کو جس پر قریش بیحد خوش اور مسلمان بیحد رنجیدہ تھے اپنے کلام پاک میں "فتح مبین" کہہ کر آنحضرت صلعم کی دوراندیشی پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اور ابھی اس معاہدہ پر چند ہی مہینے گذرے تھے کہ اہل مکہ نے خود ہی مذکورہ بالا شرائط کی تنسیخ کے لئے التجائیں شروع کر دیں۔

چشم پوشی اور عفو عام

عفو و درگذر کے اعتبار سے آنحضرت صلعم کا جواب نہیں چنانچہ آپ نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہ لیا۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ پر ایمان لانے والے بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے گاجر اور مولی کی طرح کاٹے گئے۔ مگر غلبہ و اقتدار پانے کے بعد آپ نے عفو عام کا اعلان فرمایا۔ ایک یہودیہ نے آپ کو زہر دیا مگر آپ نے معاف فرما دیا۔ ایک مرتبہ یہود نے قلعہ کی دیوار سے پتھر گرا کر آپ کو ہلاک کرنا چاہا، لیکن آپ نے تعرض نہ فرمایا۔ اور جب اہل مکہ نے دو ہی سال کے اندر اندر حدیبیہ کا معاہدہ توڑ ڈالا تو آنحضرت صلعم نے ان کی سرکوبی کے لئے دس ہزار قدسیوں کا لشکر تیار فرمایا اور ہر چند کوشش کی کہ یہ نقل و حرکت مخفی رکھی جائے مگر آپ کے ایک مخلص صحابی حاطب بن ابی بلتعہ نے ایک مخفی خط کے ذریعہ اہل مکہ کو ان تیاریوں کی خبر دے بھیجی مگر بروقت آنحضرت صلعم کو معلوم ہو گیا اور وہ خط پکڑا گیا۔ فوجی راز کا افشاء ایک بہت بڑا جرم ہے تاہم آنحضرت صلعم نے حاطب سے کوئی مواخذہ نہ فرمایا!

آخر مکہ فتح ہوا۔ بے قراروں کو قرار آیا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگیا۔ صنادید قریش لرزاں و ترساں آنحضرت صلعم کے سامنے پیش کئے گئے۔ ان کے مظالم کی فلم ان کے سامنے تھی اور وہ اقبالی مجرم۔ تاہم وہ بڑے مزاج شناس تھے جب آنحضرت صلعم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا تو جواب دیا جو یوسف نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ فرمایا میں تمہیں ملامت کرنا بھی نہیں چاہتا۔ جاؤ تم آزاد ہو۔ یہ وہ عفو عام ہے جس کی نظیر نہیں۔

تعلیمات اسلام کا خلاصہ

ہستی باری تعالیٰ

آنحضرت صلعم جو نسخۂ کیمیا لائے وہ مختصر ہونے کے باوجود اس قدر مفصل اور جامع ہے کہ تمام ضروری تعلیمات کا نچوڑ اس میں آگیا ہے ذیل میں بطور خلاصہ اسلامی تعلیم کا نمونہ درج کیا جاتا ہے سورۂ توبہ میں یوں آیا ہے

"اگر تمہارے ماں باپ اور اولاد اور بھائی بہنیں اور میاں بیوی یا رفقاء اور تمہارا قبیلہ اور خاندان اور وہ مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے رہتے ہو اور رہائش کی جگہیں یا وطن جن کو تم پسند کرتے ہو۔ اگر یہ سب چیزیں تم کو خدا اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں مجاہدات سے بڑھ کر پیاری ہیں تو اس بارہ میں خدائی فیصلہ کا انتظار کرو کیونکہ تم اپنی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کرتے ہو۔ اور جو لوگ اپنی ذمہ داریوں سے کتراتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو پسند نہیں کرتا۔"

گویا خدا اور رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کا درجہ سب پر مقدم ہے۔

وصال الٰہی

اگرچہ کہنے والوں نے خالق و مالک کو "ان دیکھا" "خدا" کہا ہے مگر آنحضرت صلعم نے یہ پردہ بھی اٹھا دیا چنانچہ قرآن کریم نے اس بارہ میں جو کچھ فرمایا اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ خدا ہمارا رب ہے پھر وہ اس پر عزم بالجزم سے قائم ہو جاتے ہیں۔ یعنی کوئی آفت ان کے عزم و عقیدہ کو ہلا نہیں سکتی، ان پر خدا کے فرشتے اترتے ہیں کہ ڈرو نہیں اور نہ غم کھاؤ۔ اور ان کو موعود جنت کی بشارت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم دونو جہان میں تمہارے دوست ہیں تمہاری تمام آرزوئیں پوری ہوں گی اور دیدار الٰہی سے لطف اندوز ہوگے"

گویا سچے مسلمان کلام الٰہی کی نعمت پانے کے علاوہ اس کے دیدار سے بھی بہرہ ور ہوں گے۔

برتھ کنٹرول اور زنا

موجودہ زمانہ میں بالعموم افراط و تفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ کبھی جا و بیجا برتھ کنٹرول کا ڈھنڈورہ پیٹا جاتا ہے اور کبھی Man Power بڑھانے کے لئے کثرت اولاد کی تلقین کی جاتی ہے خواہ جائز طور پر خواہ ناجائز طور پر۔ مگر اسلامی تعلیم یہ ہے کہ لا تقتلوا اولادکم خشیة املاق۔ مفلسی اور ناداری کے خوف سے قتل اولاد کی اجازت نہیں کیونکہ سب کا روزی رساں اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ کثرت اولاد کی آڑ میں بدکاری کا ارتکاب کرنے لگ جاؤ۔ چنانچہ فرمایا ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشة وساء سبيلا۔ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ بچے پیدا کرنے کا یہ طریق سراسر ناروا اور بے حیائی ہے۔

مساوات

آجکل قومی تفخر و غرور اور نسلی امتیازات کا بڑا دور دورہ ہے مگر اسلامی تعلیم یہ ہے:۔

"اے مومنو! تم میں سے کوئی جماعت دوسری جماعت کو حقیر نہ سمجھے شاید وہ تم سے اچھی ہو اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کو حقیر جانیں شاید وہ ان سے اچھی ہوں"

پھر فرمایا:۔

"اللہ تعالے تکبر کرنے والوں اور اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا"

دوسری جگہ فرمایا:۔

"خاندان اور قبیلے تو اس لئے ہوتے ہیں کہ باہمی تعارف کا رستہ کھلا رہے۔ ورنہ سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ نیک ہو"

اسلامی نماز اس مساوات کا ایک نمونہ ہے

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

قرضہ کی ادائیگی

موجودہ دور میں افراد و قوموں بلکہ حکومتوں میں بھی قرضہ اور اس کی واپسی دنگا اور فساد کا موجب ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیم یہ ہے:۔

"حقیقی ضرورت کے وقت ایک شخص قرض لے سکتا ہے مگر ضروری ہے کہ اس کی تمام شرائط اور متعلقہ امور کو ضبط تحریر میں لے آیا جائے۔ جس پر کم از کم دو گواہوں کے دستخط ثبت ہوں۔ پھر اگر فی الواقع مقروض وقت مقررہ کے اندر قرضہ ادا کرنے سے قاصر رہے تو قرضخواہ کو چاہئے کہ میعاد بڑھا دے۔ اگر مقروض مر جائے تو

اس کی متروکہ جائداد میں سے قرضہ ادا کیا جائے۔ اگر جائداد نہ ہو تو رشتہ داروں کا فرض ہے کہ وہ قرضہ ادا کریں لیکن اگر وہ نادار ہوں تو قرضہ کی ادائیگی کے لئے حکومت وقت ذمہ دار ہے۔"

حکومت موروثی نہیں

حکومت کے بارہ میں اسلامی تعلیم یہ ہے:۔

"حکومت انتخابی ہونی چاہیئے۔ یعنی جو شخص کثرت رائے سے حاکم منتخب ہو وہی جائز حاکم ہے۔ حکومت ایک امانت ہے جو نا اہل کے سپرد نہیں ہونی چاہیئے۔ اور نہ ہی حاکم کو حق ہے کہ وہ اسے "مالِ مفت دلِ بے رحم" سمجھ کر اپنی عیاشی کا ذریعہ بنائے۔ بلکہ اس اختیار کو رفاہِ عام کے لئے استعمال کیا جائے۔ اور آخری دم تک عامۃ الناس کی سود و بہبود کا خیال رہے"

رعایا کے فرائض

اسلامی تعلیم کے مطابق رعایا کا فرض ہے کہ:۔

"رعایا کے لوگ اپنی حکومت کے خیرخواہ اور وفادار رہیں۔ اس سے تعاون کریں۔ اس کے احکام کی پوری پوری فرمانبرداری کریں خواہ وہ ان کی مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو خلافِ قانون ہو یا حکام وقت کی پریشانی کا موجب بنے۔"

سرمایہ داری کی روک تھام

اسلام نے زر اندوزی کا سدِ باب کرنے کے لئے ان تمام اسباب کی ممانعت فرمائی ہے جو انسان کو زر اندوزی کا رسیا بناتے ہیں۔ مثلاً فرمایا:۔

"دنیا کی ہر چیز میں ہر شخص حصہ دار ہے اس لئے دنیا میں حقیقی ملکیت کوئی نہیں بلکہ اسلام کے نزدیک تو انسان کے علاوہ حیوان بھی ان چیزوں میں حصہ دار ہیں۔ اس لئے مالداروں کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کے حق ادا کریں۔ پھر اسلام نے ہر قسم کی عیاشی پر بھی پابندی لگائی ہے۔ پھر اسلام نے حکم دیا ہے کہ اندوختہ پر باقاعدہ زکوٰۃ ادا کی جائے۔ مزید برآں اسلام نے تقسیم ورثہ کا حکم دے کر بھی روپیہ جمع ہونے سے روکا ہے۔ سود کو حرام قرار دیا اور ناجائز نفع خوری پر بھی پہرہ بٹھایا ہے غرض ہر طرح سرمایہ داری کو روکا ہے۔"

ملک گیری کی ہوس

اسلام نے ملک گیری کی ہوس کو قابلِ نفرت قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

"اے مسلم! تو اپنی آنکھوں کو دنیاوی منافع کی طرف جو تمہارے سوا دوسری اقوام کو ہم نے دیئے ہیں تاکہ ان کے اعمال کی آزمائش کریں، اٹھا اٹھا کر نہ دیکھ۔ اور تیرے رب نے جو تجھے دیا ہے وہی تیرے لئے اچھا ہے اور زیادہ دیر تک رہنے والا ہے۔ اور جو مال دوسری قوموں پر ظلم و زیادتی کر کے لوگے وہ نفع نہیں دے گا، اور نہ قائم رہے گا۔"

دشمنی

بعض دفعہ متحارب قومیں حالات سے مجبور ہو کر باہم صلح تو کر لیتی ہیں مگر دلی کدورت نہیں جاتی۔ سو فرمایا:۔

"اے مومنو! تمہارے سارے کام خدا کے لئے ہونا چاہئیں۔ انصاف سے دنیا میں معاملہ کرو اور کسی قوم کی دشمنی تم کو بے انصافی پر نہ اکسائے۔ تم بہرحال انصاف کرو یہ تقوٰے کی علامت ہے۔ اور تم ہمیشہ اللہ کی پناہ میں رہو وہ سب کچھ جانتا ہے۔"

چوکسی اور معاہدات کی پابندی

اس بارہ میں اسلام کا واضح حکم ہے اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ کہ وعدے بہرحال پورے کرو۔ وعدہ خلافی، اخلاقی غداری اور بے حیائی ہے اس کا ارتکاب کبھی نہ کرو۔ تاہم ہر وقت چوکس اور ہشیار رہو۔ اپنی سرحدوں کی ہمیشہ حفاظت کرو۔ اور جنگی سپرٹ اور خود حفاظتی کے جذبہ کو ہمیشہ بیدار رکھو۔ حسّن و احسنِ سکھو۔ بھیڑوں کے پاس میں بھیڑیے بہت ہیں اس لئے گھوڑے بیچ کر سونا مہنگا پڑے گا۔ تم نہیں جانتے کہ کب زمانہ کیا رنگ بدل لے۔ سوسائٹی، محلہ، اڑوس پڑوس کتنا ہی شریف کیوں نہ ہو عقلمند کبھی اپنا قیمتی متاع سر راہ نہیں رکھتا۔ اسی طرح تمہیں ہر وقت ہشیار اور بیدار رہنا چاہیئے۔

عالمی ادارہ

اسلام نے بڑی وضاحت کے ساتھ حکم دیا ہے کہ:۔

"اگر دو قومیں مسلمانوں میں سے آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی آپس میں صلح کرا دو۔ یعنی دوسری قوموں کو چاہیئے کہ بیچ میں پڑ کر ان کو جنگ کرنے سے روکیں۔ اور جو وجہ جنگ کی ہو اس کو مٹائیں۔ اور ہر ایک کو اس کا حق دلائیں۔ لیکن اگر باوجود اس کے ایک قوم باز نہ آئے اور دوسری قوم پر حملہ کر دے اور مشترک انجمن کا فیصلہ نہ مانے تو اس قوم سے، جو زیادتی کرتی ہے سب قومیں مل کر لڑیں۔ یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف لوٹ آئے یعنی ظلم کا خیال چھوڑ دے۔ پس اگر وہ اس امر کی طرف مائل ہو جائے ٭٭

٭٭ تو ان دونوں قوموں میں پھر صلح کرا دو۔ مگر انصاف اور عدل سے۔ اور مروّت سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"

یعنی ایک ایسا عالمی ادارہ ضرور ہونا چاہیئے جو مندرجہ بالا طریق پر اپنا فرض ادا کرے۔

اسلام کا مؤذنِ اوّل ....

بقیہ صفحہ ۱۱

آنحضرت کے خانگی امور کا انتظام و اہتمام بھی کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلعم نے انہیں اپنا خزانچی اور ناظم الامور مقرر فرما دیا تھا۔ جب حضرت فاطمہ کی رسم نکاح عمل میں آئی تو جملہ انتظامات آپ ہی کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچے حضرت بلالؓ کے اس مقام و مرتبہ کو دیکھ کر ایک غیر مسلم کی گردن بھی جھک جاتی ہے اور وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ فی الواقع اسلام نے غلامی کی لعنت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا، اور بندہ و آقا کی تفریق کو ختم کر دیا ہے۔ حضرت بلالؓ کی وقعت و منزلت کا اندازہ کرنے کے لئے حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل الشان خلیفہ کے الفاظ بھی ملاحظہ ہوں:۔

"ابو بکرؓ ہمارے سردار تھے اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلالؓ کو آزاد کیا" (اسد الغابہ)

غور کا مقام ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے جرنیل کے منہ سے ایک حبشی غلام کے لئے "سردار" کا اعتراف کتنی انوکھی بات ہے۔ مگر یہ سب اسلام کی اس بے مثل تعلیم کا اثر ہے جس نے دنیا کو آج بھی ہم ہر طرح کی غلامی سے آزاد ہو کر سرداری کے مرتبہ پر فائز ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اسلام کے عالمگیر اصول ہر موسم اور ہر فضا کے مناسب ہیں

وہ حبشی نژاد آج سے سینکڑوں سال پہلے ہم سے جدا ہو چکا ہے مگر اس کا نام لیتے ہوئے آج بھی ہم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں، اور اس کے نمونہ کو باعث فخر جانتے ہیں کاش! ہمارے دلوں میں وہ بلالی روح پیدا ہو اور کاش! ہمارے تاریک قلوب عشقِ رسول کی قندیل سے منور ہو کر ایسی نورِ روحانی کو عام کرنے کے لائق ٹھہریں۔ وہ رنگت کا سیاہ تھا ـــــ مگر اس کا دل ایمان و خلوص سے معمور نور تھا۔ اس کے دل میں ایسا نور پیدا ہوا تھا کہ ہم آج اسی نور کے لئے سرگرداں پھرتے ہیں۔ وہ ایک قبر کی چھوٹی سی لحد میں دمشق میں محوِ خواب ہے لیکن اس کا مرقد مرجع خاص و عام ہے۔ یہ سب اثر اس عشقِ صادق کا ہے جو ایک حبشی (بلالؓ) کو ایک عربی (محمدؐ) سے بلا امتیاز رنگ و نسل پیدا ہوا۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک و سلّم

وصیت جلدی کرو

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

"جیسا کہ میں نے بتایا ہے وصیت حاوی ہے اس تمام نظام پر جو اسلام نے قائم کیا ہے بعض لوگ غلطی سے یہ خیال کرتے ہیں کہ وصیت کا مال صرف لفظی اشاعتِ اسلام کے لئے ہے۔ مگر یہ بات درست نہیں۔ وصیت لفظی اشاعت اور عملی اشاعت دونوں کے لئے ہے۔ جس طرح اس میں تبلیغ شامل ہے اسی طرح اس میں اس نئے نظام کی تکمیل بھی شامل ہے جس کے ماتحت ہر فرد بشر کی باعزت روٹی کا سامان مہیا کیا جائیگا جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشا کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائیگا۔ اور دکھ درد اور تنگی کو دنیا سے انشاء اللہ مٹا دیا جائے گا۔ یتیم بھیک نہ مانگے گا۔ بیوہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے گی۔ بے سر و سامان پریشان نہ پھرے گا۔ کیوں؟ وصیت بچوں کی ماں ہو گی جوانوں کی باپ ہو گی۔ عورتوں کا سہاگ ہوگی۔ اور جبر کے بغیر محبت اور دلی خوشی کے ساتھ بھائی بھائی کی اس کے ذریعہ سے مدد کرے گا اور اس کا دینا بے بدلہ نہ ہوگا۔ بلکہ دینے والا خدا تعالےٰ سے بہتر بدلہ پائے گا۔ نہ امیر گھاٹے میں رہے گا نہ غریب۔ نہ قوم قوم سے لڑے گی بلکہ اس کا احسان سب دنیا پر وسیع ہوگا۔"

"پس اے دوستو! جنہوں نے وصیت کی ہوئی ہے سمجھ لو کہ آپ لوگوں میں سے جس جس نے اپنی اپنی جگہ وصیت کی ہے اس نے نظامِ نو کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اس نظامِ نو کی جو اس کی اور اس کے خاندان کی حفاظت کا بنیادی پتھر ہے۔ اور جس جس نے تحریک جدید میں حصہ لیا ہے اور اگر اپنی نادانی کی وجہ سے حصہ نہیں لے سکا تو وہ اس تحریک کی کامیابی کے لئے مسلسل دعائیں کرتا ہے اس نے وصیت کے نظام کو وسیع کرنے کی بنیاد رکھ دی

پس اے دوستو! دنیا کا نظام دین کو مٹا کر بنایا جا رہا ہے تم تحریک جدید اور وصیت کے ذریعہ سے اس سے بہتر نظام دین کو قائم رکھتے ہوئے تیار کرو مگر

جلدی کرو کہ دوڑ میں جو آگے نکل جائے وہی جیتتا ہے۔ تم جلد سے جلد وصیت کرو تاکہ جلد سے جلد نظامِ نو کی تعمیر ہو۔ وہ مبارک دن آجائے جبکہ چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا لہرانے لگے (تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۴۲ء)

مرسلہ سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

حقیقی زندگی

از محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل ایڈیٹر الفرقان ربوہ

پیدا ہونے والا ہر انسان فنا پذیر ہے۔ آج سے پہلے پیدا ہونے والے سب انسان اس گھاٹ اتر چکے ہیں، اور جو آج صفحۂ زمین پر موجود ہیں یہ بھی جلد یا بدیر اسی راستے جانے والے ہیں۔ جو آئندہ پیدا ہوں گے ان کا بھی یہی حشر ہوگا۔ پس جو پیدا ہوتا ہے وہ آخر مرتا ہے۔ جب کوئی انسان مرتا ہے کسی کا عزیز فوت ہوتا ہے تو اس پر غم کی گھٹا چھا جاتی ہے اور وہ موت کو ایک وحشتناک چیز تصور کرتا ہے۔ بسا اوقات افسردہ اور پژمردہ رہتا ہے۔ کیونکہ موت نے اس کے عزیز اور پیارے اور محسن کو اس سے جدا کر دیا ہے۔ اب یہ نہ اسے دیکھ سکتا ہے نہ اس سے مل سکتا ہے، نہ اس سے بات کر سکتا ہے اور نہ اس سے مدد لے سکتا ہے اور نہ ہی اس کی مدد کر سکتا ہے۔ اسی بنا پر موت اس کی نظر میں بھیانک چیز ہے۔

انسان موت کے تصور سے بچنا چاہتا ہے مگر یہ اس کے لئے ممکن نہیں اور کبھی ایسا نہیں ہوا کیونکہ موت ہر انسان کے لئے لازمی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان موت کی حقیقت کو سمجھے اور اس کی کیفیت سے آگاہی حاصل کرے۔ انسان اگر اس دنیا میں اپنی پیدائش پر غور کرے تو اسے موت کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوچنا چاہیئے کہ کائنات کے نظام میں اس کا مقام کیا ہے؟ آسمان و زمین کی لاتعداد اشیاء انسان کی زندگی، اس کی نشو و نما اور اس کی بقاء کے لئے کام کر رہی ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو درحقیقت زمین و آسمان کی سب چیزیں انسان کی خدمت کر رہی ہیں۔ اس کی زندگی کا ذریعہ ہیں اور اسے باقی اور زندہ رہنے میں مدد دینے کے لئے معرضِ وجود میں آئی ہیں۔ اسی بنا پر آسمانی کتابوں میں انسان کو اشرف المخلوقات ٹھہرایا گیا ہے۔ اور سب کائنات کو اس کی خدمت کے لئے مسخر قرار دیا گیا ہے۔ اب اگر یہ درست ہے کہ انسانی زندگی اس کائنات میں افضل اور بہترین زندگی ہے تو پھر یہ ماننا ضروری ہوگا کہ انسانی زندگی کا نصب العین اس دنیا کی چیزوں سے بلند و بالا ہوگا۔ دوسری موجودات اپنے آپ کو انسان کی خدمت میں لگا کر، بلکہ اس کی خاطر اپنے وجود کو فنا کر کے بھی اپنے مقصد کو پورا کرنے والی ٹھہریں گی۔ لیکن اگر انسان کائنات کی چیزوں میں سے کسی چیز کا خادم بن جاتا ہے، اس کے آگے جھک جاتا ہے، اپنے اوقات عزیز کو محض اس کے لئے صرف کرتا ہے تو وہ یقیناً اپنے مقصدِ زندگی سے منحرف ہو جاتا ہے اور اپنے بلند مرتبہ سے نیچے گر جاتا ہے اسی کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ کہ جو شخص شرک کرتا ہے اور مخلوق میں سے کسی کے آگے جھکتا ہے یا اس کی عبادت بجا لاتا ہے وہ بلند آسمان سے گر کر نیچے گڑھے میں جا پڑتا ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ انسانی زندگی بہترین زندگی ہے۔ اور اس کا مقصد مخلوقات سے بالاتر ہے تو لازماً تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس مقصد کا حصول بہت لمبے زمانہ بلکہ دوام کا متقاضی ہے۔ ظاہر ہے کہ مذہبی نقطۂ نظر سے بلکہ عقلاً بھی انسانی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات کی معرفت اور اس سے وصال قرار پائے گا۔ اور یہ مقصدِ عظیم لامتناہی ہے زمانہ کی حدود و قیود سے باہر ہے۔ ایک طرف یہ عظیم اور بے پایاں مقصد ہے اور دوسری طرف انسانی روح میں تلاش و جستجو کی نہ ختم ہونے والی جدوجہد کا جذبہ کام کر رہا ہے۔ یوں نظر آتا ہے کہ انسانی روح کا طائرِ فکر غیر محدود فضاؤں کے پرواز کے لئے پیدا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب کے پیروؤں میں یہی بنیادی عقیدہ کارفرما نظر آتا ہے کہ انسانی روح غیر محدود عرصہ کے لئے کام کرتی ہے یا جزاء و سزا بھگتتی ہے۔

اب اس زمین پر انسان کی محدود زندگی پر نظر ڈالیئے تو ماننا پڑے گا کہ انسانی زندگی کا اصل مقصد ان محدود سالوں میں پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا اور جو لوگ اس مقصد کے پانے میں ایک حد تک کامیاب ہو جاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی گونہ معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ اس کے وصال سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کی تڑپ اور بڑھ جاتی ہے اور ان کا عشق مزید شعلہ زن ہو جاتا ہے۔ ایسے عشاق ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں پائے جاتے رہے ہیں۔ تاریخ کے صفحات ان کے ذکرِ خیر سے بھرے پڑے ہیں۔ وہ اس عشق میں دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں کو تیاگ دیتے ہیں اور اس راہ میں دنیا کی ہر تکلیف اور ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔ انہیں ایسا سرور حاصل ہوتا ہے جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ایسی لذت محسوس کرتے ہیں جس کی تعبیر اور جس کا اظہار ممکن نہیں ہوتا۔ یہ پُرکیف زندگی اور یہ شعلہ زن نورانیت حقیقی زندگی ہوتی ہے اور اس زندگی کو پانے والے ہزار موتوں کو قبول کرنے کے لئے مسکراتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ اس پُرسرور زندگی کا کچھ کچھ نمونہ دنیا میں صالحین کی حیات میں دکھائی دیتا ہے مگر وہ پوری زندگی نہیں ہوتی یہ نمونہ تو اصل چیز کی خریداری کی رغبت دینے کے لئے ہے۔ اصل حقیقی زندگی کچھ پسِ پردہ ہے۔ اسی لئے جن نیک ارواح پر یہ تجلّی نمودار ہوتی ہے وہ بھی پسِ پردہ ہونے پر خوش ہوتے ہیں۔ اور اپنے محبوب کے نام پر تاریکی کے فرزندوں کی نظروں میں بدنام قرار پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء سے پاکباز لوگ اندھی دنیا کی نگاہوں میں دیوانہ اور مجنون قرار پائے۔ اور انہیں اپنے مولیٰ کی خاطر ہر طرح سے ستایا گیا۔ مگر وہ خوش تھے۔ اور اس حقیقی زندگی کی جھلک پر نثار۔ (اللہ تعالیٰ کی ان پر بیشمار رحمتیں ہوں)

حقیقی زندگی کے اس تصور سے موت کی حیثیت صرف ایک دروازہ کی ہے۔ ایک مادی زندگی سے اعلیٰ لطیف زندگی کی طرف انتقال کا ذریعہ موت ہے۔ موت کے ساتھ انسانی آنکھوں پر سے مادیات کے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ اور انسان اپنی کم فہمی اور کوتاہ نظری پر شرمسار ہوتا ہے۔ گویا موت ان کے لئے جو روحانی زندگی کا آغاز کر چکے ہیں آگے بڑھنے کا بہت بڑا وسیلہ ہے۔ اور ان کے لئے جو ابھی مادی پردوں میں رینگ رہے ہیں، بیدار کرنے اور اصل حقیقی زندگی کی طرف توجہ دلانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ البتہ ان لوگوں کے لئے جو بداعمالیوں اور بداعتقادیوں کے اتھاہ گڑھوں میں پڑے ہوئے تھے موت کی سزا کے ذریعہ اوپر اٹھانے والی حقیقت بنے گی

پس اصل حقیقی زندگی ہی انسان کی مقصود و مطلوب ہے۔ اور اسی سے انسانیت کا امتیاز ثابت ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی زندگی سے نوازے۔ آمین۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

الدُّنیا سِجنُ المؤمنِ وجنّۃُ الکافر

یہ دنیا مومن کے لئے تو ایک قید خانہ ہے مگر کافر کے لئے وہ جنت ہے۔

فریادِ مہجور

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل۔ ربوہ

نوٹ:۔ مکرم قاضی محمد عبداللہ صاحب کی اہلیہ محترمہ جو ہمارے ہمسایہ ہیں کا نام اخبار الفضل میں پڑھ کر کہ وہ بھی دارالامان قادیان جلسہ پر جا رہی ہیں میں نے چند اشعار ان کے لئے لکھے کہ وہ مزارِ امام کا منگار پہ جا کر میرا یہ سلام و پیام بوقتِ دعا پہنچا دیں۔ یہ صرف میرے ہی تاثرات نہیں ہیں بلکہ میری زبان سے ان لاکھوں دور افتادہ اور مہجور مخلصین کی ترجمانی ہے جنہیں قدرت کی مخفی در مخفی حکمتوں نے ایک عرصہ تک کے لئے اس محبوب بستی اور اس کے مقدس مقامات سے جدا کر دیا (اکمل)

بہشتی مقبرہ میں آپ جائیں
حضورِ مہدیِ آخر زماں میں
برس پندرہ گذرتے جا رہے ہیں
ستارے گنتے راتیں کٹ رہی ہیں
نگاہِ لطف ہو فرقت زدوں پر
جگر کے خون سے سینچے ہوئے پھول

سلامِ عجز میرا بھی سنائیں
مری فریادِ مہجوری بتائیں
تڑپتے ہی نہ یوں دن بیت جائیں
کبھی تو خواب میں چہرہ دکھائیں
ہمیں بھی پاس اپنے پھر بلائیں
مزارِ پاک پر ہدیہ چڑھائیں

مرے آنسو ہوں مقبولِ الٰہی
یہی بن جائیں اکمل کی دعائیں

قطعہ

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

خدائے پاک کا ذکرِ کثیر کرتے ہیں
ہم اس طرح سے جہادِ کبیر کرتے ہیں
طلوعِ شمس جو مغرب سے ہے تو مشتاق ہیں
یہ دیدِ طلعتِ بدرِ منیر کرتے ہیں

اسلام کا مؤذنِ اوّل ——— بلال بن رباح

از مکرم یعقوب امجد صاحب فاضل السنہ شرقیہ لاہور

اذان کا آغاز مدینہ منورہ میں سلہ ہجری سے ہوا۔ نمازیں تو باقاعدگی سے باجماعت ہی ادا ہوا کرتی تھیں، مگر اس سے پہلے اذان کا ہونا چنداں ضروری نہ سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کی تعداد اتنی تھوڑی تھی کہ وہ بلا اطلاع خود بخود نماز کے اوقات میں جمع ہو جاتے تھے۔ ہجرت کے بعد خواجۂ دو جہاں حضور رسالتمآب نے مدینہ منورہ میں ورودِ مسعود فرمایا تو اسلام کفر پر غالب آنے لگا، اور بتوں کا جھوٹا تسلط ظلمت کے اندھیروں کی طرح صبحِ رسالت کے طلوع ہونے سے ختم ہونے لگا اور توحید کے نام لیواؤں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔

اب ارکانِ اسلام کا اعلان علی الاعلان ہونے لگا۔ اور باقاعدگی سے نماز جمعہ کا اہتمام بھی ہوا۔ مدینہ منورہ کے مضافات میں بھی اسلام کو فروغ حاصل ہوا، اور روحانی نور سے منور ہو کر ایمان کی قندیلیں جابجا روشنی بکھیرنے لگیں۔ روحانیت کے پرستاروں کی اس بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر ضروری سمجھا گیا کہ سب کو بروقت جمع کرنے کے لئے اعلان کیا ہونا لابدی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مشورہ فرمانے کے لئے ایک مجلس کا انعقاد فرمایا۔ صحابہ عظام نے اپنی اپنی عقل و دانش کے مطابق بارگاہِ رسالت میں مختلف تجاویز پیش کیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ ناقوس (بگل) بجایا جائے۔ مگر یہ طریقہ یہودیوں کے عبادت خانوں میں رواج پذیر تھا اسلئے مسلمانوں نے اسے پسند نہ کیا۔ اس موقعہ پر حضرت عمر فاروق رضؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایک شخص مقرر کیا جائے جو مخصوص الفاظ میں بآوازِ بلند لوگوں کو پکارا کرے۔ چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور حضرت بلال رضؓ کو حکم ہوا کہ وہ پانچوں نمازوں کے اوقات میں "الصَّلٰوۃُ جامعۃ" کے الفاظ سے لوگوں کو بلایا کریں۔

اس واقعہ کے چند روز بعد حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ان کے سامنے ہماری مروجہ اذان کے الفاظ دہرا رہا ہے۔ آپ نے اپنے اس رؤیا کا ذکر رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے بھی رؤیا میں دیکھا کہ کوئی شخص ان کو اذان کے مروجہ و مسنونہ کلمات سنا رہا ہے۔ آپ نے بھی اپنے اس خواب کو من و عن حضورؐ کے سامنے عرض کیا چنانچہ آنحضرتؐ نے "اتفاق رائے سے مروجہ اذان کے کلمات بلال رضؓ کو سکھائے اور ارشاد فرمایا کہ پانچوں وقت بآواز بلند ان الفاظ میں اذان دیا کرو۔

ایک روز بلال رضؓ صبح کے وقت نماز کے وقت کی اطلاع کرنے آنحضرتؐ کے دردولت پر حاضر ہوئے تو انہوں نے "الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کے الفاظ میں حضرت رسول خداؐ کو بلایا۔ آنحضرتؐ نے ان الفاظ کو پسند فرمایا اور صبح کی اذان میں ان الفاظ کا اضافہ فرما دیا۔ اس طرح ہماری موجودہ و مسنونہ اذان مکمل ہوئی۔ اور حضرت بلال رضؓ مسلمانوں کے پہلے مؤذن قرار پائے ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت بلال رضؓ ملکِ حبش کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ یا ابو عمر بیان کی جاتی ہے۔ اور بعض لوگ ان کو عبدالکریم بھی کہا کرتے تھے۔ چونکہ پیدائشی اعتبار سے ملک حبش سے تعلق رکھتے تھے اس لئے ان کا رنگ قدرتی طور پر سیاہ تھا آنکھیں بڑی بڑی مگر سرخ، قد و قامت طویل مگر نحیف الجثہ تھے۔ رخسار بے گوشت سے خالی اور قدرے پچکے ہوئے۔ صاحب "فتوح الشام" نے لکھا ہے کہ ان کا قد اتنا لمبا تھا کہ لوگوں میں جھنڈے کی طرح نمایاں نظر آتے تھے کَاَنَّہٗ یَلِیْ النَّاسَ بِلِوَاءٍ

ان کی آواز نہایت بلند اور موثر تھی۔ جب اذان دیتے تو لوگوں کے دلوں میں ایک عجیب لرزہ طاری ہو جاتا۔ خود ان کی حالت سے ایک خاص وجدان و کیف کا ظہور ہوتا تھا حقیقت یہ ہے کہ قدرت نے بلال کو اسی خدمتِ جلیلہ کے لئے پیدا کیا تھا، اور کچھ اس کے مناسب حال آواز بھی عطا کی تھی۔

حضرت عمر رضؓ اپنے عہدِ خلافت میں ایک دفعہ شام کے دورہ پر تشریف لے گئے ان دنوں حضرت بلال رضؓ بھی شام کے علاقے میں مجاہدینِ اسلام میں شامل ہو کر جہاد کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ حضرت عمر رضؓ نے ایک جگہ قیام فرمایا تو بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اذان سننے کا تذکرہ ہوا۔ چنانچہ نماز کا وقت آیا تو حضرت بلال رضؓ نے خلیفۂ وقت کے ارشاد پر اذان کا فریضہ اپنے مخصوص انداز اور انتہائی سوز و گداز میں ادا کیا۔ اس وقت مجلس میں صحابہ کبار میں سے ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ اور خود حضرت عمر رضؓ پر جو گذری اس کا حال مولانا شبلی نعمانی نے یوں بیان فرمایا ہے:-

"بلال رضؓ نے اذان دینی شروع کی تو تمام صحابہؓ کو رسول اللہ کا عہد مبارک یاد آگیا اور رقت طاری ہوئی۔ ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ روتے روتے بیتاب ہو گئے۔ حضرت عمر رضؓ کی ہچکی بندھ گئی اور دیر تک ایک اثر رہا۔"

(الفاروق)

اپنی عمر کے آخری دور میں جب آپ شریک جہاد ہو کر شام کے علاقے میں پہنچے تو پھر وہیں کے ہو رہے اس سے ایک عرصہ تک آنحضرتؐ کے مزار مہبط انوار پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضر نہ ہو سکے۔ دراصل آپ کا ضعیف پیری اور پھر شام سے مدینہ کا سفر طویل آپ کے اس شوق میں حائل تھا۔ آپ ہر وقت ماہی بے آب کی طرح بیقرار رہتے تھے۔ ایک رات حضرت بلال رضؓ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں "اے بلال! مدت گذری کہ تم ہماری ملاقات کو نہیں آئے"۔ یہ خواب دیکھتے ہی آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور پیرانہ سالی کی مجبوریوں کے باوصف رختِ سفر باندھ کر مدینہ منورہ کا قصد کیا۔

مدینے پہنچ کر آنحضرت کے مزار مبارک پر فاتحہ خوانی کی اور اس بے قراری سے رو رو کر معذرت خواہی کی کہ دیکھنے والے بھی صبر و ضبط کو کھو کر آپ کی گریہ و زاری میں شریک ہو گئے۔ حضرت بلال رضؓ کی آمد کی خبر مدینہ کے گلی کوچوں میں عام ہو گئی حضرت حسنؓ و حسینؓ دونوں رسول اللہ کے اس عاشقِ زار کے پاس حاضر ہوئے بلال رضؓ نے اپنے محبوب کے جگر گوشوں کو سینے سے لگایا۔ اور مزار کی زیارت سے فارغ ہو کر ان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ لوگوں نے ایک عرصے سے آپ کی اذان کو نہیں سنا تھا اس لئے حضرت حسنؓ و حسینؓ نے کہا اے بلال رضؓ اہلِ مدینہ کی یہ دیرینہ تمنا ہے کہ آپ اذان سے ان کے دلوں کو گرمائیں۔ چنانچہ رسول اللہ کے نواسوں کی فرمائش پر صبح کی اذان دینے پر رضامند ہو گئے۔ آپ کی اذان کی خبر سارے مدینے میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور زن و مرد صبح کے انتظار میں بے قرار ہو ہو کر جاگنے لگے۔ صبح کا سہانا وقت تھا مدینی نیلی فضا چاند ستاروں کی روشنی میں بڑی بھلی معلوم ہوتی تھی۔ رات کا سناٹا فضا کو اور بھی پرسکون بنائے تھا۔ کہ ادھر آسمان پر صبح صادق کا طلوع، ادھر مسجد نبوی کی چھت پر حضرت بلال رضؓ نے اللہ اکبر کے الفاظ سے اپنے مخصوص انداز میں اذان کا آغاز فرمایا۔ تواریخ میں لکھا ہے کہ لوگوں کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ سرزمینِ مدینہ پر ایک زلزلہ طاری ہے مگر کسی کو بھاگنے کی طاقت نہیں ہے۔ اللہ اکبر کے بعد جب بلال رضؓ نے اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ کہا تو زلزلہ کی جنبش میں اور ترقی ہوئی اور جب آپ نے اشھد انّ محمدًا رّسول اللّٰہ کے الفاظ دہرائے تو لوگوں نے انتہائی اضطراب و اضطرار سے تمنا سے روؤں اور عورتیں پڑ گئے۔ جنوں کی کیفیت طاری تھی "اسد الغابہ" کے مصنف نے لکھا ہے کہ مدینے میں اس دن سے زیادہ رونے والے مرد اور رونے والی عورتیں کبھی نہیں دیکھی گئیں۔

اسلام لانے سے پہلے حضرت بلال رضؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ حضرت بلال رضؓ نہایت ابتدائی زمانے کے چند مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد آپ کو جن مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا ان کی داستان بڑی لرزہ خیز ہے۔ کفار آپ کو لوہے کی زرہ پہنا دیتے اور چلچلاتی دھوپ میں زمین کی تپتی ہوئی پشت پر آپ کو گھنٹوں گھسیٹے چلے جاتے جب بیہوش ہو جاتے تو آپ کی چھاتی پر وزنی پتھر رکھ دیتے مبادا کہ ہوش میں آ کر بھاگ جائے۔ مگر جب ہوش میں آتے اور ظالم کفار پھر ان سے سوال کرتے کہ کیا لات و عزیٰ خدا نہیں ہیں؟ تو آپ کی زبان سے بے اختیار "اَحد اَحد" کے الفاظ نکلتے۔ ظالم مشرکین آپ کو پھر مارنا شروع کر دیتے اور اس قدر زد و کوب کرتے کہ آپ بیہوش ہو جاتے تو چھوڑ دیتے۔ مگر جب وہ ہوش میں آتے تو پھر کہتے کہ کیا اب بھی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے خدا سے انکار نہ کرو گے؟ تو آپ بے اختیار ہو کر اشھد اَن لَّا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ کا اعلان فرماتے

جب مشرکین کے مظالم کی خبریں تواتر سے آنحضرت صلعم تک پہنچیں تو آپ نے ایک روز حضرت ابو بکر کو بلایا اور فرمایا "ابو بکر! اگر ہمارے گھر میں کچھ مال ہوتا تو ہم بلال کو خرید لیتے"۔ حضرت ابو بکرؓ حضورؐ کے اس ارشاد کو سنتے ہی حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ وہ بلال رضؓ کو ہمارے لئے خرید لیں، چنانچہ حضرت عباسؓ بلال رضؓ کے مالک کے پاس گئے اور اس سے پوچھا "کیا تم اس غلام کو فروخت کرتے ہو؟" اس نے کہا تم اس غلام کو خرید کر کیا کرو گے یہ بڑا کام چور شریر اور ایسا ویسا ہے تم نے دیکھا ہو گا کہ ہم ہر روز اسے سخت سے سخت سزا دیتے ہیں مگر یہ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتا"۔ غرض بلال رضؓ کے مالک نے ادھر ادھر کی باتیں بنا کر حضرت عباس کو ٹال دیا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت عباسؓ پھر گئے اور بلال کو خرید لائے اور اس سودے میں آپ نے اپنا ایک نوجوان غلام اور ایک غلام کی نقد قیمت ادا کی۔ بہرحال بلال کو حضرت ابو بکر رضؓ نے خریدا اور آنحضرت کی ہدایت کے مطابق آزاد کر دیا۔ اس طرح بلال رضؓ امیہ بن خلف کی غلامی سے تو نجات پا گئے مگر ہمیشہ کے لئے خواجۂ دو سرا حضرت محمد صلعم کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر اس خلوص سے رکھا کہ موت کے سوا کوئی طاقت اسے اتار نہ سکی۔

بارگاہِ نبوی میں حاضر رہ کر بلال رضؓ کا فرض کام اذان دینا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے اس فریضہ کو انتہائی خلوص و انہماک سے وقت پر سرانجام دیا کرتے تھے اس کے علاوہ شب و روز آنحضرت کے حضور میں حاضر رہنا ہی آپ کا دلی سکون تھا۔ چنانچہ ہجرت کے وقت بھی آپ کا شمار مہاجرینِ اولین میں ہوتا ہے۔ اذان کے علاوہ (بقیہ صفحہ ۹ پر)

تسخیر کائنات

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

انسان کے اندر تسخیر کائنات کی ایک قوت پوشیدہ تھی بالکل اسی طرح جس طرح زمین کے اندر خزائن۔ چودہ سو سال پہلے انسان کو اس مخفی صلاحیت کا علم نہیں تھا۔ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے غار حرا میں انسان کو اس پوشیدہ صلاحیت کی اطلاع دی۔ اللہ تعالےٰ کا اس غار حرا میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے یہ کہنا کہ

اقرأ باسم ربك الذي خلق
خلق الانسان من علق اقرأ
وربك الاكرم الذي علم
بالقلم علم الانسان مالم يعلم

اس پروردگار کا نام لے کر پڑھو، جو خالق ہے جس نے انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا۔ اس بزرگ و برتر پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اس کو معلوم نہیں تھیں۔

یہ تاریخ انسانی کا ایک غیر معمولی واقعہ، اور عظمت آدم کی ایک ناقابل فراموش شہادت تھی۔ اس آیت کریمہ میں تعلیم و تعلم کے ایک دور کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر اس زمانے کا ذکر کیا گیا ہے جب درسگاہوں اور رصدگاہوں کے قیام کے بعد انسان کی مخفی صلاحیت اجاگر ہونے لگے گی جس طرح خون بستہ سے انسان کامل کی پیدائش ہوتی ہے۔ پھر خدا نے اس دور کا ذکر کیا ہے جس میں خدا کی بزرگی کا اظہار ہوگا اور وہ دور قلم ہوگا اس کے بعد دنیا میں ایجادات و اکتشافات کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

دورِ حاضر کا تاریخی تجزیہ

ہم لوگ جس دور تہذیب سے گذر رہے ہیں اگر اس کا تاریخی تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تہذیب کی اس بلند چوٹی پر چڑھنے کے لئے ہم کو انہی دوروں سے گذرنا پڑا ہے جن کا غار حرا کی ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔

نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قرآن اور علوم اسلامیہ کی حفاظت واشاعت کے لئے بڑی بڑی درسگاہیں قائم ہوئیں۔ پھر عجمی فلسفیوں کے اثر و رسوخ کا زمانہ آیا۔ ہندوستان و یونان کے فلسفے کی کتابیں اسلامی مراکز میں آنے لگیں۔ مسلمانوں کا فلسفیانہ مذاق ترقی کرنے لگا پھر انہوں نے فلسفے سے سائنس کی طرف پیشقدمی کی۔

تعریف فلسفہ و سائنس

فلسفہ قوانین قدرت کے وجدانی تصور کو کہتے ہیں اور سائنس قوانین قدرت کے علم و مشاہدہ کو۔ یہی دور ہے جب ناقابل ذکر قوموں کی مخفی صلاحیتیں بھی اجاگر ہونے لگیں۔ عرب جو بہت دنوں سے گمشدہ قوموں کی طرح زندگی گذار رہے تھے۔ اب یہ بھی علم و حکمت کے افق پر چمکنے لگے۔ انہوں نے عجمی فلسفیوں کے عربی میں ترجمے کئے۔ پرانے فلسفیوں کی غلطیوں کی اصلاح کی۔ رصدگاہیں قائم کیں اور دنیا کے سامنے اپنے کئی تخلیقی کارنامے پیش کئے۔

اقوام مغرب

عرب کے بعد اب مغربی اقوام کے لائق فرزند میدان میں آئے اور یہ زمانہ فلسفہ و سائنس کے ترقی پذیر دوروں کا عجیب تسلسل ہے کہ جب ایک قوم کے علمی کارناموں کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے تو اس کی جگہ فوراً دوسری قوم لے لیتی ہے۔ حالانکہ ہندی تہذیب کا زمانہ جب ختم ہوا تو کوئی دوسری قوم اس تہذیب کو فروغ دینے کے لئے میدان عمل میں نہیں آئی یہی حال یونانی علم و تہذیب کا ہے۔ اس کا زمانہ جب ختم ہوا تو یونانی علوم کی کتابیں الماریوں میں مقفل ہو گئیں۔ ان میں سے کسی تہذیب کی خدمت کرنے کے لئے دوسری قوم میدان میں نہیں آئی۔ مگر ہم مسلمانوں کے عروج و زوال کی تاریخ دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کا دور اقبال ختم ہوا تو فوراً ان کی جگہ ان کے شاگردوں نے لے لی انہوں نے اس چراغ کو بجھنے نہیں دیا۔ ان کے یہ شاگرد مغرب کے وہ ہونہار سپوت تھے جنہوں نے مسلمانوں کی درسگاہوں میں تعلیم پائی تھی اور مسلمان فلسفیوں اور سائنس دانوں کی صحبت میں بیٹھے تھے۔

مسلمانوں اور مغربی اقوام کے فلسفہ و سائنس کے درمیان جو ربط و تعلق پایا جاتا ہے وہ خود تاریخ کا ایک نہایت اہم باب ہے۔ مسلمان علماء و حکماء کی موت کے بعد کس طرح ان کے یہ مغربی شاگرد ان کی میراث پر قابض ہوتے ہیں اور کسی توقف و تعطل کے بغیر فلسفہ و سائنس کے موضوع پر تحقیق و ریسرچ کا سلسلہ جاری رہتا ہے یہ تاریخ کا ایک بڑا دقیق نکتہ ہے۔ اسلامی و مغربی تہذیبوں کا ربط ثابت کرنے کے لئے عہد وسطیٰ کے علمی کارناموں کا عمیق مطالعہ کرنا پڑتا ہے

تہذیب کے چار دور

غار حرا میں نازل ہونے والی ان آیات میں الٰہی دوروں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی

۱- دور درس و تدریس
۲- دور تحقیق و ریسرچ
۳- دور قلم
۴- دور ایجادات و اکتشافات

ہم دیکھتے ہیں کہ غار حرا کی ان آیات میں جس ترتیب کے ساتھ ان چاروں دوروں کا ذکر کیا گیا ہے، اسی ترتیب سے خارج میں ان واقعات کا ظہور ہوا۔ پہلے مسلمانوں نے قرآن کریم و احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم حفظ کرنے کے لئے درسگاہیں قائم کیں۔ حفاظ قرآن کے ساتھ حفاظ حدیث بھی منصۂ شہود پر آنے لگے پھر تحقیق و تدقیق اور علمی موشگافیوں کا زمانہ شروع ہوا۔ اسی زمانہ میں فلسفۂ ہند و یونان نے اسلام پر حملے کئے۔ اور مسلمان علماء و حکماء نے اسی زمانے میں اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کا اظہار کیا۔

سائنسی ایجادات

مسلمانوں کے بعد ان کے مغربی شاگرد فلسفہ و سائنس کی اس مسند پر بیٹھے۔ انہوں نے ہی پریس ایجاد کیا اور فلسفہ و سائنس کی اشاعت عام ہو گئی۔ اس کے بعد ہی ایجادات و اکتشافات کا دور شروع ہوتا ہے اور علّم الانسان مالم یعلم کے کرشمے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ پہلے اسٹیم پاور دریافت کیا جاتا ہے پھر بجلی کی توانائی کا راز معلوم ہوتا ہے اور اب ہم ایٹمی توانائی کے دور سے گذر رہے ہیں۔ معلوم نہیں ابھی اور قدرت کے کتنے قوانین ہیں جن کا علم و مشاہدہ باقی ہے۔ اور سائنس دان ان پر قابو پانے میں کامیاب ہوں گے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں بار بار بنی نوع انسان کو مخاطب کرکے کہا ہے کہ خدا نے زمین اور آسمانوں پر تمہاری حکومت تسلیم کی ہے۔ وہ کہتا ہے

سخر لكم الليل والنهار
والشمس والقمر والنجوم مسخرات
بامره ان في ذالك لآيات
لقوم يعقلون

خدا نے تمہارے لئے رات، دن اور سورج چاند کو مسخر کیا ہے۔ اس کے حکم سے ستارے بھی مسخر ہیں۔ اس میں عقلمند قوموں کے لئے نشانات ہیں

قرآن مجید کی ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ایجادات و اکتشافات کے اور سینکڑوں مراحل باقی ہیں۔ انسان کو چاند اور سورج کی تسخیر کے بڑے بڑے کارنامے انجام دینے ہیں۔ اور ہم کو علم الانسان مالم یعلم کی صداقت کے اور بہت سے ثبوت ملنے والے ہیں۔

راکٹ سازی

اگرچہ ابھی تک انسان کو بہت سے قوانین قدرت کا علم ہو چکا ہے مگر انسان نے راکٹ بازی کا جو علم حاصل کیا وہ سب سے ہیبت ناک اور طاقتور علم سمجھا جاتا ہے۔ انسان نے شمس و قمر کو مسخر کرنے کی کوششوں کا آغاز کر دیا ہے۔ اور تقدیر الٰہی میں ایک ایسا وقت بھی ہے جب زمین اور دوسرے کروں کے درمیان رابطہ قائم ہو جائے گا۔ وھو علی جمعھم اذا یشاء قدیر

خلائی سفر

راکٹ سازی کے بعد انسان خلائی سفر کے دور میں داخل ہو چکا ہے۔ خلاء کی سردی و گرمی اور مخصوص موسم کا انسانی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے اس کا تجربہ کیا جا رہا ہے اور فی الجملہ انسان اس نتیجے پر پہنچ گیا ہے کہ وہ زمین اور آسمان کے قلابے ملانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ آج سائنس دان ہمارے سامنے جو دعاوی کر رہے ہیں وہ پہلے دنیا کے تصورات کی باتیں تھیں۔ مگر غار حرا میں چودہ سو سال پہلے ہی ان دعاوی کی پیشگوئی کر دی گئی تھی

دوسرے کروں سے تعلقات

یہ وقت کا ایک اہم سوال ہے کہ کیا انسان خلا کی تسخیر اور دوسرے کروں سے تعلقات قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا؟ قرآن مجید کی روشنی میں اس کا جواب اثبات کے سوا اور کسی دوسری صورت میں نہیں دیا جا سکتا۔ اگر انسان کو پرامن زندگی کا موقعہ میسر رہا اور اس کو اپنی صلاحیت جنگ کی ہولناک تباہ کاریوں کی طرف نہ لگانی پڑی تو وہ ایک کرے سے دوسرے کرے پر پہنچ جائیگا۔ تمام کروں کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ جانداروں کے وجود سے خالی ہیں۔ بلکہ گمان غالب یہ ہے کہ زمین کی طرح اور سیاروں پر بھی مخلوقات پائی جاتی ہیں۔ بھلا یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ کروڑہا کروڑ سیاروں، ستاروں اور فضا کی بے کراں وسعت میں خدا نے اپنی خدائی کا ڈنکا صرف زمین جیسے ایک چھوٹے سے اور حقیر سے کرے پر بجایا اور اس کو اپنا تعارف کرانے کے لئے اس زمین کے علاوہ اور کوئی کرہ راس نہ آیا بلکہ صحیح یہ ہے کہ جس طرح خدا ہماری اس چھوٹی سی زمین پر جلوہ گر ہوا ہے اسی طرح وہ دوسرے کروں پر بھی جلوہ گر ہوا ہے اور خدا نے محاسبہ و مواخذہ کا دفتر جس طرح اس زمین پر کھولا ہے اسی طرح اس کا یہ دفتر دوسرے کروں پر بھی کھلا ہے لہٰذا ایک ایسا وقت بھی آنا چاہیئے کہ جس طرح خدا کا ان کروں سے تعارف ہوا ہے اسی طرح ان کروں میں بسنے والی مخلوقات کا بھی آپس میں تعارف ہو۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اہل زمین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

فاذا الارض مدت

اور جب زمین دراز کر دی جائے گی

یعنی زمین پر بسنے والی مخلوق کا دوسرے کروں کی مخلوقات سے رابطہ و تعلق قائم ہو جائے گا

دوسری آیت میں تو وہ اور بھی واضح طور پر کہتا ہے کہ وھو علی جمعھم اذا یشاء قدیر۔ اس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کروں کے درمیان کئی بار تعلقات قائم ہوئے اور ٹوٹے۔

انہی قرائن و شواہد کی بناء پر عموماً علماء سلف کا یہ خیال رہا ہے کہ دوسرے کروں میں بھی جانداروں کا وجود پایا جاتا ہے اور ان میں صاحب شریعت مخلوق کا وجود بھی ہو سکتا ہے۔

آج تسخیر خلا کے لئے جو تگ و دو ہو رہی ہے یہ بھی اصل میں مقصد تخلیق کی طرف پیشقدمی ہے۔ جس طرح آج سائنس کے زور پر ساری دنیا ایک آبادی میں منتقل ہو گئی ہے، اسی طرح کروں کے درمیان بھی ایسے تعلقات قائم ہونے چاہئیں کہ سارے کرے ایک ملک کے شمار میں آ جائیں۔ ہم تو قرآن کریم کے مختلف مقامات پر غور کرکے اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

مُلکی اتّحاد و یکجہتی (نیشنل انٹگریشن) کی مُحکم بُنیادیں

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس

ہندوستان کی آزادی

قریباً ایک صدی کی غلامی کے بعد اگست ۱۹۴۷ء میں برصغیر ہند و پاکستان آزاد ہوگیا۔ نئی مردم شماری کی رُو سے اب صرف ہندوستان کی ہی آبادی تقریباً ۴۵ کروڑ ہے۔ جس میں مسلمانوں کی تعداد چھ کروڑ ہے۔ گویا مسلمان اس وقت ہندوستان کی اقلیتوں میں سے سب سے بڑی اقلیت ہے۔ اور ہندوستان کی موجودہ آبادی مختلف مذاہب رکھنے والوں اور مختلف زبانیں بولنے والوں پر مشتمل ہے

فرقہ داری اور لسانی جھگڑے

آزادی مل جانے کے بعد کچھ غلط فہمیوں اور بے بنیاد اندیشوں کی بناء پر ملک کے بعض حصوں میں مذہبی تعصب و بدگمانی نے جوش دکھایا اور اسی فرقہ واریت کے نتیجہ میں جانی و مالی نقصان کے علاوہ قومی اتحاد اور نیک نامی کو بھی بڑا بھاری نقصان پہنچا۔ مگر حکومت کے بروقت اقدام کے نتیجہ میں ایسے مناقشات نے طول نہ پکڑا۔ اور حالات پھر سدھر گئے۔

علاقائی زبانوں نے ملک کے بعض حصوں میں اتنی اہمیت اختیار کی کہ لسانی بنیادوں پر بعض علیحدہ صوبوں کے قیام کا مطالبہ کیا گیا۔ ایجی ٹیشن اور ہنگامے ہوئے۔ بالآخر مرکزی حکومت کو حالات کے دباؤ سے مجبور ہو جانا پڑا کہ وہ لسانی بنیادوں پر صوبہ جات کی از سرِ نو تشکیل کرے چنانچہ آندھرا، کیرالہ، مہاراشٹر، گجرات اور میسور (کرناٹک) کے صوبجات معرض وجود میں آگئے۔ اور ابھی بعض اور صوبوں کے قیام کا مطالبہ لوگوں کی طرف سے ہو رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ہندوستان کے جنوبی حصہ میں ڈی۔ ایم۔ کے (D.M.K) جاری ہوئی جو آزاد تامل ناڈ کا مطالبہ کر رہی ہے۔

نیشنل انٹگریشن کی تحریک

مرکزی حکومت نے جب دیکھا کہ کبھی فرقہ واریت سر اٹھاتی ہے تو اقلیتوں کی جان و مال اور عزت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور کبھی لسانی بنیادوں پر ملک کی مزید تقسیم کے مطالبات ملک کے نظم و نسق اور امن کے لئے نقصان دہ ثابت ہو رہے ہیں اور ایک ہی ملک میں چھوٹے چھوٹے ملک بن کر ان میں ایک دوسرے سے ہمدردی کم اور اپنے ہی صوبہ یا صوبہ کے لوگوں کی بہبودی و ترقی کا خیال زیادہ بڑھتا رہا ہے اور مجموعی قومی مفادات نظر انداز ہو رہے ہیں تو قومی وحدت کو مضبوط کرنے اور ہندوستان کے سب باشندوں میں جذباتی ہم آہنگی (National Integration) پیدا کرنے کے لئے ضروری اقدامات کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ گذشتہ سال سے ہی عوام میں اس اہم قومی جذبہ کے پیدا کرنے کے لئے مختلف کمیٹیاں مقرر کی گئیں۔ جنہوں نے اس جذباتی ہم آہنگی کے مختلف پروگرام ملک کے مختلف طبقات کے لئے پیش کئے ہیں۔ اب حکومت کے ارکان اور ملک کے حقیقی خیر خواہوں اور مدبر لیڈروں کی انتہائی خواہش و کوشش ہے کہ اس دیش کے باشندوں میں بلا لحاظ مذہب و ملت۔ ذات پات اور زبان و تمدن کے نیشنلزم کا جذبہ پیدا ہو۔ سب کو آزادی اور ترقی کے مساوی حقوق اور مواقع حاصل ہوں اور پھر سب مل کر ملک کی تعمیر اور سربلندی میں کوشاں ہوں۔ ان مدبرین نے ایسی جماعتوں اور ایسی تحریکوں کی کھلے بندوں مذمت کی ہے جو فرقہ واریت اور تشتّت و افتراق کو ہوا دے کر ملک کی سالمیت و وحدت اور اتحاد و اتفاق، اور بین الاقوامی عزت و شہرت کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔

آزادی کی ۱۶ ویں سالگرہ

چنانچہ آزادی ہند کی سولہویں سالگرہ کے موقع پر ہمارے محبوب وزیر اعظم پنڈت نہرو نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا

"ہندوستان بہت سے مذاہب اور بہت سے لوگوں، مسلمانوں، ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں، بودھوں پارسیوں وغیرہ کا وطن ہے۔ ان سب کے حقوق برابر ہیں اور وہ برابر کے شہری ہیں۔ جو شخص اس کے خلاف آواز اٹھاتا ہے وہ ہندوستان سے غداری کرتا ہے، ہندوستان کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اور ہماری قوم پروری کو کمزور کرتا ہے۔"

(ہماری آواز۔ کانپور ۲۵ اگست ۱۹۶۲ء)

چینی جارحیت اور مُلکی اتحاد

ابھی ہم آزادی کی سولہویں سالگرہ منا کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ ہمارے دیش کے پڑوسی ملک چین نے جس کو ہم نے بھائی بنایا ہوا تھا، سرحدوں کی تعیین کے معاملہ کو پرامن مذاکرات کے ذریعہ حل کرنے کے طریق کو چھوڑ کر اور اپنے سابقہ تمام اقرار اور معاہدات کو پس پشت ڈال کر اپنی فوجوں سے ہمارے ملک پر حملہ کر دیا۔ پہلے چینی بھائی نے ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپا تو اب روس بھائی نہ صرف کھڑا تماشا دیکھ رہا ہے بلکہ اپنے کمیونسٹ بھائی چین کے جارحانہ اقدام اور ناجائز مطالبات کو حق بجانب قرار دے رہا ہے۔

ایسے غیر متوقع خطرناک حالات میں جبکہ ایک زبردست طاقت امن و صلح کے اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر ہمارے ملک اور وطن پر حملہ آور ہے، اس کے مقابلہ کے لئے شدید ضرورت ہے کہ ہم اہل وطن سب اندرونی لسانی اور فرقہ داری جھگڑوں کو فی الفور ختم کر کے باہمی اتحاد و اتفاق سے یک جان ہو کر اپنے مادر وطن کی حفاظت و دفاع کے لئے متحد ہو جائیں۔ اور اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ اور یہ امر باعث خوشی و مسرت ہے کہ جو کام گذشتہ پندرہ سال میں مرکزی حکومت کی ہدایات و نگرانی، لیڈروں اور مدبروں کی وعظ و نصیحت نہ کر سکی چینی حملہ کے ایک ہی وار نے اسے کر دکھلایا ہے اور آج سارا ملک بلا لحاظ مذہب و زبان و تمدن اپنے محبوب وزیر اعظم کے ساتھ ہے اور اب سب طبقوں میں صحیح نیشنلزم کا جذبہ نہ صرف بیدار بلکہ کارفرما نظر آتا ہے کہ ملک کے دفاع اور سالمیت کے لئے سب ہندوستان باسی ایک ہو گئے ہیں۔ اور ہمیں یقین کامل ہے کہ بالآخر حملہ آور پسپا ہوگا اور ہمارے دیش کی ہی فتح و کامرانی ہوگی۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ صورت حال سے سبق حاصل کر کے قومی یکجہتی اور جذباتی ہم آہنگی کی بنیادوں کو مضبوط اور پائدار بنایا جائے تاکہ مستقبل میں ہمارا دیش باہمی خلفشار اور اندرونی جھگڑوں سے بھی محفوظ رہے اور سب ملک والوں کی توجہ ملک کی مجموعی ترقی و خوشحالی کی طرف رہے۔ اور ہمارا دیش بھی ترقی یافتہ متمدن آزاد ممالک کی صف میں عزت و شان کے ساتھ شامل ہو۔

قومی اتحاد و یکجہتی کی مُحکم بنیادیں

جذباتی ہم آہنگی اور ملکی اتحاد پیدا کرنے کے لئے ملک کے دانشوروں اور بہی خواہوں کو اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اقلیتوں کو خواہ ان کا کسی مذہب سے تعلق ہو مطمئن کرنا از بس ضروری ہے۔ اگر ملک کی اکثریت اقلیتوں کے حقوق و جذبات اور مذہبی آزادی کا تحفظ کرے اور ان کی تہذیب و تمدن اور زبان کو ترقی دینے کی کوشش کرے تو یقیناً قومی یکجہتی کی منزل مقصود قریب سے قریب تر آتی جائے گی اور اگر قومی اتحاد کے اس اہم عنصر کو نظر انداز کر دیا گیا تو قومی اتحاد محض ایک سراب ثابت ہوگا اور ملک کو قومی انتشار سے کبھی نجات نہ مل سکے گی۔ جس سے خدا ہمارے وطن کو محفوظ رکھے آمین

قومی اتحاد کیلئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اپیل

ہمارے قومی رہنماؤں کو تو آج بدلے ہوئے حالات میں قومی یکجہتی کی طرف عوام کو توجہ دلانے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے مگر اسی ملک میں پیدا ہونے والے ایک رہنمائے روحانی اور مامور ربانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے چون سال قبل یعنی ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنی وفات سے ایک روز قبل اہالیانِ وطن کے نام ایک پیغام صلح دیا جس میں ہندو و مسلم دونوں قوموں کو اسی اتحاد و یکجہتی کی ضرورت چند الفاظ توجہ دلائی گئی تھی:۔

"جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے، اس کی اس شخص کی مثال ہے جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اس کو کاٹتا ہے ..... ایسے نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کے لئے بلاتا ہے۔ دنیا پر طرح طرح کے ابتلاء نازل ہو رہے ہیں۔ جو کچھ مجھے خدا نے خبر دی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اگر دنیا اپنی بدعملی سے باز نہیں آئے گی اور بُرے کاموں سے توبہ نہیں کرے گی تو دنیا پر سخت بلائیں آئیں گی اور ایک بلا ابھی بس نہیں کرے گی کہ دوسری بلا ظاہر ہو جائے گی آخر انسان نہایت تنگ ہو جائیں گے کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے مصیبتوں کے بیچ میں آکر دیوانوں کی طرح ہو جائیں گے۔ سو اے ہموطن بھائیو! قبل اس کے کہ وہ دن آویں ہوشیار ہو جاؤ اور چاہیئے کہ ہندو و مسلمان باہم صلح کر لیں۔"

(پیغام صلح)

مامور ربانی کے پیغام کو لوگوں نے سُنا کچھ سمجھدار اور دانا لوگوں نے اسے ملک و قوم کے لئے مفید اور کارآمد بھی سمجھا۔ مگر اکثریت اس پیغام پر عمل پیرا ہونے سے غافل رہی۔ جس کا نتیجہ ظاہر و باہر ہے کہ وطن دو حصوں میں تقسیم ہوگیا اور آج ایک لمبے تجربے کے بعد قوم کے مدبر اور خیر خواہ اس مامور ربانی کے پیغام کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت کا احساس کر رہے ہیں جس کو اب "نیشنل انٹگریشن" کا نام دیا جا رہا ہے اور اس پروگرام کے ذریعہ ملک کے مختلف طبقات کو متحد کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

قومی یکجہتی کے چند بنیادی اصول

اگر ہم اپنے ہموطنوں میں صحیح قومی جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں تو

مندرجہ ذیل اصولوں کو اپنانا از بس ضروری ہے جس سے خوشگوار نتائج برآمد ہو سکیں گے یہ اصول اسلام اور احمدیت کی تعلیم سے ماخوذ ہیں

اوّل :- ہندوستان میں بسنے والے سب افراد کو بلالحاظ مذہب و ملت ملک کا ایک وفادار شہری سمجھا جائے۔ اور آئین ملکی میں دئے گئے حقوق و مراعات اور تحفظات کا اسے مستحق قرار دیا جائے اور کسی شہری کی وفاداری پر اس کے کسی خاص مذہب و عقیدہ کی بناء پر شبہ نہ کیا جائے۔

دوم :- ہر شہری کے اندر حب الوطنی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اسلامی تعلیم کی رُو سے ہر مسلمان کے لئے حب الوطنی ایمان کا جزء قرار دی گئی ہے اس لئے ملک و وطن کی خدمت اور دفاع کی خاطر ہر شہری اپنی ذاتی ضروریات کو قربان کرنا اپنا فرض منصبی سمجھے۔ ایسے نصاب بنائے جائیں اور ایسے پروگرام اختیار کئے جائیں کہ نئی نسل اور پود کے اندر ابتدائی زمانہ سے حب الوطنی کے جذبات پیدا ہوں اور ترقی کریں

سوم :- جب ہمارے دیش میں مختلف مذاہب و عقاید کے لوگ بستے ہیں، اور آئین میں مذہبی آزادی دی گئی ہے تو صدق دل سے ہندوستان کا ہر شہری اپنے دوسرے بھائیوں کی اس مذہبی آزادی میں مداخلت نہ کرے۔ مذہب اور ضمیر کے معاملہ میں اسلامی نقطۂ نگاہ سے مکمل آزادی ہونی چاہیئے۔ اور کسی قسم کا جبر اور تشدد نہیں ہونا چاہیئے۔ ہاں محبت سے ترغیب دے کر یا دلائل و براہین سے قائل کر کے کسی کو اپنا ہم عقیدہ بنانا جائز اور پسندیدہ فعل ہے۔ یعنی تبلیغ پر کوئی پابندی نہ ہو

چہارم :- مذہبی دنیا میں جو فسادات آئے دن ہوتے رہتے ہیں ان میں سے اکثر اسی لئے ہوتے کہ ایک مذہب والا دوسرے مذاہب والے کے پیشوا، نبی، رشی منی کی صحیح عزت نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات انکی ہتک اور تذلیل سے بھی باز نہیں رہتا جس سے عام طور پر قومی منافرت اور مذہبی فتنے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس جذبۂ منافرت کو دور کرنے اور باہم رواداری اور محبت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے قرآن مجید کی تعلیم کی روشنی میں فرمایا کہ ہمارا خدا رب العالمین ہے جس کی ربوبیت عامہ نے ہر ایک قوم کے اندر لوگوں کی اصلاح و رہنمائی کے لئے اپنے نبی و رسول بھجوائے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے

ا۔ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ

ب۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

کہ ہم نے ہر قوم میں اپنے نذیر اور رسول بھجوائے ہیں کہ وہ خدا کی عبادت کی لوگوں کو تعلیم دیں۔ اس لئے باہمی محبت و اتحاد پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر قوم و مذہب کے بزرگوں اور رہنماؤں کی عزت و تکریم کی جائے چنانچہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلحکاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے۔ خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزت و عظمت بٹھا دی اور ان کے مذہب کی جڑ قائم کر دی اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھایا۔ اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آ گئی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے"

(تحفۂ قیصریہ)

ایسے ملک میں جو مذاہب کی مارکیٹ ہو اور جہاں مذہب کو بہت اہمیت دی جا رہی ہو ملکی و قومی اتحاد اور باہمی رواداری کے اس سنہری اصول کو اپنانا از بس لازمی و ضروری ہے۔

پنجم :- نہ صرف مختلف مذاہب کے پیشواؤں اور بزرگوں کی تعظیم کی جائے بلکہ ان کی مذہبی عبادت گاہوں اور مذہبی کتابوں کی تقدیس و حرمت کا بھی خیال رکھا جائے۔ مختلف قوموں اور مذاہب کے پیروؤں میں جو باہمی محبت و اتحاد کی صورت پیدا ہوتی ہے اس کا ملکی فضا پر ایک خوشگوار اثر پڑتا ہے۔ اس لئے مذہبی و قومی رواداری پیدا کرنے کا یہ طریق ملک کی ترقی اور سربلندی کے لئے ایک شاندار ذریعہ ہے۔

ششم :- مذہبی مناقشات کو دور کرنے کے لئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے یہ تجویز پیش کی کہ مذہبی مقابلہ کے وقت بجائے دوسرے مذاہب پر اعتراض اور نکتہ چینی کرنے کے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کی جائیں اس طرح جس مذہب میں خوبیاں زیادہ ہوں گی وہ خود بخود افضل ثابت ہو جائے گا۔ لیکن اگر مجبوراً دوسرے مذہب پر اعتراض کرنا ہی پڑے اور الزامی جواب دینے کی ضرورت محسوس ہو تو کسی پر وہ اعتراض نہ کیا جائے جو خود معترض کے اپنے مذہب پر پڑتا ہو۔

احمدیت کی اس تعلیم کے ماتحت جس طرح معقولیت اور رواداری سے مذہبی مناظرے ہو سکتے ہیں اور مختلف مذاہب کے اچھے اصول اور خوبیاں منظرِ عام پر آ سکتی ہیں وہ کسی تفصیل کی محتاج نہیں۔ مختلف مذاہب کے مبلغین و واعظین اور نمائندگان کو ہمیشہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں اس اصول کو مدنظر رکھنا لازمی ہے۔

ہفتم :- ملکی تحفظ و بقا اور ترقی و خوشحالی کے لئے ضروری ہے کہ ملک کے افراد بدامنی، بغاوت اور فتنہ و فساد میں حصہ لینے سے احتراز کریں اور ملک کے تعمیری کاموں میں جوش و خروش سے حصہ لیں۔ اب ہم سب آزاد ملک کے باشندے ہیں (اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے ہمیں ایسے ہی اقدامات کرنے چاہئیں جو آئین و قانون کے مطابق ہوں اور ملکی حکومت کو بلاوجہ پریشان کر کے اس کی توجہ کو تعمیری کاموں سے ہٹانے والے نہ ہوں (اندرونی انتشار ملک کی طاقت و قوت کو کمزور کرنے کا باعث ہو گا۔

ہشتم :- جب کسی مذہب کے پیرو یا قوم کے کسی فرد سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جو دوسری قوم و مذہب کے جذبات کو ٹھیس لگانے والا اور ان کو اشتعال دلانے والا اور فتنہ و فساد کا موجب ہو تو بجائے اس کے دوسری قوم اس کے خلاف آواز بلند کرے اور پروٹسٹ کرے خود اس قوم و مذہب کے لیڈر اور پریس جس سے غلطی سرزد ہوئی ہو اس کے خلاف آواز اٹھائیں اور عملی طور پر بھی اس کے خلاف کارروائی کریں۔ اس طرح غلطی کرنے والا شخص یہ سمجھے گا کہ اس کے فعل پر خود اسی کی اپنی قوم اس کو دھتکار رہی ہے اور اس کو قابلِ سرزنش قرار دے رہی ہے تو وہ نہ صرف یہ کہ اپنی غلطی کا اقرار کر کے اس کے ازالہ کی کوشش کرے گا بلکہ آئندہ بھی ایسی حرکت سے باز آ جائے گا۔ اور اس طریق سے معاملہ طول نہیں پکڑے گا۔ بلکہ اس قوم کے لوگوں پر بھی جس کے خلاف اشتعال انگیزی کی گئی ہے اچھا اثر پڑے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا قَالَ تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ (بخاری) کہ اپنے بھائی کی ہر حال میں امداد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مظلوم کی مدد کا مطلب تو ہم سمجھ گئے۔ مگر ظالم بھائی کی مدد کس طرح کی جائے؟ آپ نے فرمایا ظالم کی مدد اس کے ظلم کے ہاتھ کو مضبوطی کے ساتھ روک کر کی جائے۔

پس اگر دھڑے بندیوں اور فرقہ بازیوں سے بالا رہ کر مظلوم کی مدد کی جائے اور ظالم کے ہاتھ کو روکا جائے تو ملک و وطن محبت و پیار اور اتفاق و اتحاد کا ایک چمن زار بن جائے

نہم :- بعض اوقات پرانے واقعات اور ظلموں کو خواہ وہ فرضی ہوں یا حقیقی۔ دہرا کر یا کتابوں میں شائع کر کے قوموں میں باہمی منافرت پیدا کی جاتی ہے اور اس طرح پرانے زخم ہرے ہو کر باہمی کشیدگی اور شکر رنجی بڑھتی ہے۔ حالانکہ ظالم بھی گذر گئے اور مظلوم بھی دنیا میں نہ رہے۔ زمانہ بدل گیا اور حالات بدل گئے موجودہ نسل یا افراد کا ان مظالم و واقعات سے کوئی بھی تعلق و سروکار نہیں ہوتا۔ اس لئے اسلامی تعلیم اس بارہ میں یہ ہے

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ
وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ
عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

پہلے لوگ خواہ وہ چھوٹے تھے یا بڑے۔ اچھے تھے یا بُرے وہ گذر گئے ان کے اعمال ان کے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ۔ وہ اپنے اعمال کی جزا و سزا پائیں گے اور تم اپنے اعمال کی۔ تمہیں گذشتہ لوگوں کے اعمال کے بارہ میں پوچھا بھی نہ جائیگا۔

اس زریں اصول کے ماتحت ضروری ہے کہ گذشتہ بادشاہوں یا قوموں کی کسی سختی یا زیادتی کو سامنے لا کر موجودہ پرامن فضا کو خراب نہ کیا جائے۔ ان لوگوں نے جو کچھ کیا اس کے نتائج انہوں نے خود بھگت لئے۔ ان باتوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر ہم اپنے اندر امن و صلح اور اتفاق و اتحاد اور رواداری پیدا کرنے کی کوشش کریں گے تو اس کے شیریں پھل بھی ہم خود ہی کھائیں گے

دہم :- مختلف قوموں اور پارٹیوں کے درمیان اختلاف و رنجش کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ عموماً ایک دوسرے کے لیڈروں کی عزت و تکریم نہیں کی جاتی۔ تقریروں اور تحریروں میں ان کے خلاف بے جا تنقید اور بے بنیاد الزامات عاید کر کے ان کی ملکی وفاداری یا حب الوطنی کو مشکوک بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیڈروں کی تذلیل کی صورت میں قوم کے ایک طبقہ میں حکومت سے عدم تعاون کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور ملک کی ترقی میں خواہ مخواہ روک پیدا ہو جاتی ہے۔ اسلام نے ایک دوسرے کے لیڈروں کے مناسب اعزاز و اکرام کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِذَا اَتَاكُمْ كَرِيْمُ قَوْمٍ فَاَكْرِمُوْهُ (ابن ماجہ)

یعنی اگر تمہارے پاس کسی قوم کا لیڈر آئے (یا اس کا ذکر تمہارے پاس ہو) تو اس کی مناسب عزت و تکریم کیا کرو۔ اگر ہمارے ملک کی ہر قوم اور پارٹی اس فرمان پر عمل کرے تو فساد اور جھگڑے کی ایک بڑی وجہ دور ہو سکتی ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ

پس یہ وہ سنہری اصول ہیں جن پر اگر صدق دلی سے عمل کیا جائے تو امید واثق ہے کہ آج ہندوستان کی مختلف قوموں اور طبقوں میں مضبوط و پائیدار اتحاد و یکجہتی پیدا ہو سکتی ہے اور بھارت ورش کے باسی باہمی فتنہ و فساد سے نجات پا کر ترقی کی شاہراہ پر چل سکتے ہیں۔ تب نیشنل انٹگریشن محض ایک نعرہ یا موہوم نصب العین نہیں رہے گا بلکہ ایک عملی حقیقت بن کر قوم اور دنیا کے سامنے آ جائے گا۔

کیا خدا تعالیٰ اب کلام نہیں کرتا؟

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب حیدر آبادی شاہد مبلغ سلسلہ احمدیہ

سائنسی انکشافات

زمانے نے کئی کروٹیں بدلیں۔ ہزاروں انقلاب اس میں برپا ہو گئے۔ کئی قومیں بنیں اور کئی بگڑیں۔ نظریات بدلتے رہے۔ مگر قانونِ قدرت نہیں بدلا۔ سنت اللہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آج انسان اپنی عقل و تدبر اور فہم و ذکا کے نتیجہ میں انکشافاتِ ارضیہ کے علاوہ خلائے بسیط کے سربستہ رازوں کی کھوج میں مصروف ہے۔ وہ ایک طرف اپنی تجربات کر رہا اور زمین کے دفینے نکال رہا ہے تو دوسری طرف فضا میں تیرتا ہوا چاند پر اپنی کمندیں ڈال رہا ہے اور ایسے ایسے حیرت انگیز حقائق سے اسے دوچار ہونا پڑ رہا ہے کہ سائنسی تحقیقات میں دہریت کو اپنانے کے بعد آج وہ اس اقرار پر مجبور ہو رہا ہے کہ یہ سلسلہ کائنات کا خود بخود نہیں ہو سکتا۔ یہ محض اتفاق کا نتیجہ نہیں۔ بلا شبہ ایک بالا رادہ اور حکیم و علیم اور ایک قادرِ مطلق ہستی اس کی خالق ہونی چاہیئے۔

عقل اور الہام

ہر وہ شخص جو حقیقت کا انکشاف چاہتا ہو اور زندہ خدا کی معرفت کا پیاسا ہو محض عقل کے یکطرفہ استدلالات سے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا۔ عقلِ انسانی ہزار سوچے اور گو لاکھ دفعہ زمین اور اجرامِ سماوی کی پر حکمت بناوٹ پر نظر کرے۔ لیکن وہ یہ دعوے نہیں کر سکتی کہ فی الواقع اس عالم کا کوئی صانع موجود بھی ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتی ہے کہ اس ترتیبِ محکم اور ترکیبِ ابلغ اور اس کاروبارِ پر حکمت کا کوئی صانع ہونا چاہیئے مگر "ہے" اور "ہونا چاہیئے" میں فرق واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے صرف عقل کو ہی اپنا راہبر بنایا وہی ان کے لئے رہزن ثابت ہوئی۔ اور الحاد و دہریت کے لبادہ میں انہیں لپیٹ لیا۔ جب تک خود اس عظیم ہستی کی طرف سے رہنمائی نہ ہو۔ جب تک وہ خود اپنا کلام لوگوں پر ظاہر نہ کرے۔ وہ خود انا الموجود کی نغمہ ریزیوں سے اپنے محبوں کے کانوں میں رس نہ گھولے، دنیا نہیں کہہ سکتی کہ فی الواقع وہ موجود بھی ہے۔ ؎

عقل اندھی ہے اگر نیرِ الہام نہ ہو

اسلام زندہ مذہب ہے

دنیا کا ہر مذہب آج یہ دعوے کرتا ہے کہ صرف وہی حق پر ہے۔ لیکن حضرت مسیحؑ کے قول کے مطابق "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" آج صرف اور صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں اپنے تازہ بتازہ پھل دیتا چلا آیا ہے۔ اس کا مدار صرف قصوں پر نہیں بلکہ زندہ اور موجودہ برکات پیش کرتا ہے۔ دنیا کو ہمیشہ برکات اور آسمانی نشانوں کی ضرورت رہی ہے۔ اسلام نے اپنے متبعین کے لئے یہ دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا ہے اور ضرورتِ زمانہ کے مطابق نبی کا ایک قائم مقام پیدا کرتا ہے جو مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کی خلعت سے سرفراز ہو کر آتا ہے

احساسِ کمتری

آجکل مسلمانوں میں جہاں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک اب خدا تعالیٰ کی وحی و الہام کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ حالانکہ خدا کا کلام ہی مردہ قوموں میں زندگی کی روح پھونکنے والا ہوتا ہے۔ پھر تکلم تو خدا کی ایک صفت ہے وہ کیونکر منقطع ہو سکتی ہے؟ دراصل اس قسم کے خیالات احساسِ کمتری کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اس قابل ہی نہیں سمجھتے کہ خدا ان سے کلام کرے۔ اسی ذہنیت کو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں یوں بیان فرمایا ہے کہ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ .... الآیہ (یونس) یعنی لوگوں کو یہ بات عجیب اور حیرت انگیز معلوم ہوئی کہ انہیں میں سے کوئی شخص مشرف بالوحی ہو جائے۔ یہی حال آجکل کے مسلمانوں کا ہے ؎

ہے غضب کہتے ہیں اب وحیِ خدا مفقود ہے
اب قیامت تک ہے اس امت کا قصوں پر مدار
حالانکہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ ؎
بن دیکھے کس طرح کسی مہ رخ پہ آئے دل
کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی

زندگی کا ثبوت

چنانچہ اسلام نے اپنی روح افزا روایات کے مطابق اپنی زندگی کا ثبوت اس زمانہ میں بھی دیا اور اپنے ایک بندے کو مشرف بالہام فرمایا۔ یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے دعوے فرمایا کہ خدا مجھ سے کلام کرتا ہے۔ اس نے اس امت کی اصلاح کے لئے مجھے منتخب کیا ہے اور اس کے ثبوت میں آپ نے خدا کے اس کلام کو پیش کیا جو اپنے اندر علمِ غیب اور اعجاز کا پہلو رکھتا تھا اور فرمایا:-

"اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ بات صحیح اور راست ہے کہ اب تک تین ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ وہ امور میرے لئے خدا تعالیٰ سے صادر ہوئے ہیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہیں۔ اور آئندہ ان کا دروازہ بند نہیں" (آئینہ کمالات اسلام ص۳۵)

پیشگوئی اور قیاس

قبل اس کے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں کو درج کروں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پیشگوئی اور قیاس میں فرق بیان کر دوں قبل از وقت امورِ غیبیہ کا انکشاف جس کے آج کچھ بھی آثار نہ ہوں اور جن کے پورا ہونے کا کسی بشر کو خیال بھی نہیں ہو سکتا اسلامی اصطلاح میں پیشگوئی کہلاتا ہے

لیکن ظاہری اسباب و اثرات کو دیکھ کر مثلاً سیاروں، ہواؤں وغیرہ کی نقل و حرکت کے ماتحت چند باتیں کہہ دینا اور واقعات سے استنباط کر کے نتیجہ اخذ کرنا پیشگوئی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے نجومی اور ہیئت دان جو بڑی لانبیں مارتے اور کائنات کے بارے میں پیشگوئیاں شائع کیا کرتے ہیں، اکثر ان خبروں میں جھوٹے نکلتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ہی دنیا میں ایک خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی تھی۔ جب کہ بعض نجومیوں نے اعلان کیا تھا کہ فلاں تاریخ کو دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ یہی کہ اپنے جھوٹ پر بہانہ طرازی سے انہیں پردہ ڈالنا پڑا۔ پس پیشگوئی کے ساتھ قیاس آرائی کو کوئی نسبت نہیں۔

اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چند پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ سے کلام کرتا تھا۔ اور آپ اس کے برگزیدہ بندے اور اپنے دعوے میں سچے تھے

(۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی قبل از بعثت اس تنگی اور انقطاع میں گذری کہ آپ کے اعزہ آپ کو دنیوی لحاظ سے محض ایک بیکار وجود خیال کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کی طرف توجہ بھی نہ دی جاتی تھی۔ آپ کی گذر اوقات تمام تر آپ کے والد صاحب پر منحصر تھی۔ جنہیں گورنمنٹ کی طرف سے ایک معقول پنشن ملا کرتی تھی اور وہ پنشن بھی ان کی حیات تک مشروط تھی۔ جب آپ کے والد صاحب کی وفات کا وقت قریب آیا تو بشریت کے تقاضا کے تحت طبعاً آپ کو کچھ غم اور ملال ہوا کہ اب ہمارے گذارے کی کیا صورت ہو گی۔ شاید اب بہت تنگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تب اس خدا نے جو اپنے چاہنے والوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا آپ سے نہایت ہی پر محبت کلام کیا

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ

اے میرے بندے تجھے فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟ آپؑ نے یہ الہام ایک ہندو کھتری کو لکھ کر دکھایا اور تمام واقعہ اس کو سنا کر امرتسر بھیجا تا کہ حکیم مولوی محمد شریف صاحب کلانوری کی معرفت اس کو انگوٹھی کے نگینہ میں کھدوا کر مہر بنوا لائے اس طرح دو گواہ آپ کے اس الہام پر ہو گئے چنانچہ آپؑ کی اس کے بعد کی زندگی گواہ ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے بندے کو نوازا اور اس کا کفیل خود ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حالت کو اپنے ایک عربی شعر میں یوں بیان فرماتے ہیں:-

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ كَانَ أُكْلِي
فَصِرْتُ الْيَوْمَ مِطْعَامَ الْأَهَالِي

یعنی ایک زمانہ تھا کہ دستر خوان کے بچے ہوئے ٹکڑے میری غذا تھے لیکن آج خدا کے فضل و کرم کے نتیجہ میں کئی خاندانوں کو کھلانے والا بن گیا ہوں۔

(۲)

یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ قادیان کے گاؤں کے لوگ بھی حضور کو نہ جانتے تھے۔ اور خود قادیان ایک گمنام بستی تھی۔ اس زمانہ میں خدا نے اپنے اس برگزیدہ بندے کو مخاطب کر کے فرمایا

يَأْتِيكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ
يَأْتُونَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ
(تذکرہ ص...)

کہ ایک زمانہ آئیگا کہ لوگ دور دراز سے تیرے پاس آئیں گے اور اس کثرت سے آئیں گے کہ راستوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔ اور فرمایا:-

میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دونگا اور تیرا ذکر بلند کرونگا اور تیری محبت دلوں میں بٹھاؤں گا (تذکرہ ص...)

آج جماعتِ احمدیہ کی ترقی کو دیکھتے ہوئے یہ فرمانِ خداوندی محتاجِ تشریح نہیں رہا۔ کیونکہ لوگ کثرت کے ساتھ مسیح موعود کی خاطر اور صرف

روحانی پیاس بجھانے کے لئے کس طرح خیودا نہ ابابیل بن کر قادیان آتے ہیں۔ اس کا ایک نمونہ جلسہ سالانہ ہی ہے۔ ضرور تو کیجئے کہاں وہ زمانہ کہ خود مسیح موعود گوشۂ گمنامی میں تھے۔ نہ آپ کے ساتھ کوئی جماعت تھی اور نہ ہی کوئی دنیوی طاقت اور مادی وسائل۔ جن سے اندازہ ہو کہ آیندہ یہاں کثرت سے لوگوں کا رجوع ہوگا۔ اور کہاں یہ زمانہ کہ لوگ والہانہ انداز میں قادیان کی طرف دوڑتے چلے آرہے ہیں۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ محض خدا تعالیٰ کے کام ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

۳

اسی حالتِ گمنامی میں آپ تھے کہ خدا نے اپنی مقدس امانت کا بوجھ آپ پر رکھا اور اس وقت بھی ایک پیش خبری سنائی کہ اے میرے پیارے بندے آج تو اپنی گمنامی اور بے سروسامانی کو دیکھ کر یہ سوچ رہا ہوگا کہ میں اس عالمگیر کام کو کس طرح انجام دوں۔ میں اپنے محبوب کی آواز کس طرح تمام دنیا تک پہنچا دوں۔ لیکن تجھے ان سب باتوں سے کیا سروکار۔ خدا کے کام انوکھے اور نرالے ہوتے ہیں۔ بظاہر جن کے پورا ہونے کا امکان نہیں ہوتا لیکن اس کے فرشتے اس کام میں لگے رہتے ہیں۔ وہ سُن!۔

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" (تذکرہ ص۳۱۲)

یہ اس خدا کا کلام تھا جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ اور آج وہ اپنے مسیح موعود کی سچائی ثابت کر رہا ہے۔ کہ نہ صرف ہندوپاکستان میں ہی بلکہ دنیا کے ہر گوشے میں خدا تعالیٰ کے فضل سے صرف جماعت احمدیہ ہی نمایاں طور پر حق تبلیغ ادا کر رہی ہے۔ اور بڑے سے بڑے مخالفین بھی اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ جماعتِ احمدیہ ہی آج غیر ممالک میں عیسائیت کے مقابلہ اور تبلیغ اسلام میں مصروف ہے۔ دیکھئے خدا کا فرمان کس طرح پورا ہو رہا ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ۔ جنوبی امریکہ میں۔ اور یورپ میں انگلستان، مغربی جرمنی، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، سپین، سکنڈے نیویا اور براعظم افریقہ کے مغربی اور مشرقی حصوں میں۔ پھر ماریشس، جمہوریہ متحدہ عربیہ، اسرائیل، لبنان، عراق، سیلون، سنگاپور، بورنیو، انڈونیشیا، فلپائن وغیرہ میں جماعت کے تین سو سے زیادہ مشن قائم

کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خدا بولتا تھا اور [illegible]

۴

خدا تعالیٰ کے کلام کا ایک اور نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب کتاب براہین احمدیہ تصنیف فرمائی تو اس کے جواب میں آریوں کے ایک لیڈر پنڈت لیکھرام پشاوری نے "خبط احمدیہ" لکھی۔ یہ کتاب مرقع مغلظات ہے جس میں لیکھرام نے توہین رسول اللہ اور توہین کتاب اللہ میں حد ہی کر دی اس پر حضورؑ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں اس کو دعوت دی کہ اگر وہ خواہشمند ہو تو اس کی قضا و قدر کے متعلق بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں۔ اور ایک قصیدہ فارسی میں فرمایا ؎

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بُرّانِ محمدؐ

لیکھرام نے حضورؑ کو لکھا کہ جو چاہو میری نسبت پیشگوئی شائع کر دو۔ اس پر حضور کو الہام ہوا

"عجل جسد لہٗ خوار لہٗ نصب و عذاب" (آئینہ کمالات اسلام ص۶۵)

یعنی یہ ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اس کے عوض اس کے لئے رنج اور عذاب مقدر ہے اس عذاب کے وقت کے متعلق آپؑ نے لکھا:۔

"اور اس کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو بیس فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا .... اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کے لئے تیار ہوں ..... " (آئینہ کمالات اسلام ص۶۵۱)

اور "برکات الدعا" کے ٹائیٹل پیج پر آپؑ نے ایک کشف شائع فرمایا تھا کہ جس میں آپ کو قوی ہیکل اور مہیب شکل فرشتہ لیکھرام کی موت پر مامور دکھلایا گیا جس کے چہرے سے خون ٹپکتا معلوم ہوتا تھا اور "کرامات الصادقین" ص۵۴ میں آپؑ نے لکھا ؎

وبشّرنی ربّی وقال مبشّراً
ستعرف یوم العید والعید اقرب

یعنی مجھے لیکھرام کی موت کی خدا نے بشارت دی اور کہا کہ عنقریب تو اس عید کے دن کو پہچان لے گا۔ اور اصل عید کا دن بھی اس عید کے بہت قریب ہوگا۔ چنانچہ پنڈت لیکھرام ۱۸۹۷ء میں عید الفطر کے اگلے دن پیشگوئی کے مطابق ایک ایسے شخص کے ہاتھوں قتل ہوا جس کو کوئی نہ پکڑ سکا۔

۵

جب پنجاب میں طاعون زوروں پر تھی اور گورنمنٹ نے اپنی رعایا کو ٹیکے لگوانے شروع کئے۔ اس وقت حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب "کشتی نوح" میں اپنی جماعت کو تلقین کی کہ بیشک حفظ ماتقدم کے طور پر ٹیکا لگوانا ضروری ہے مگر ہمارے لئے آسمانی روک ہے اور وہ یہ کہ :۔

"خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھا دے سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوےٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھا دے .... اور اس نے مجھے مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں" (کشتی نوح ص۲-۵)

اور فرمایا کہ خدا کے کلام میں یہ وعدہ ہے کہ "انی احافظ کل من فی الدار" اور الدار میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو میری کامل پیروی کرتے ہیں وہ میرے روحانی گھر میں ہیں۔ چنانچہ خدائے قادر نے ایسا ہی کیا اور جماعتِ احمدیہ کو مخالفین کی نسبت طاعون سے محفوظ رکھا۔ اور خود حضورؑ کے گھر میں ایک چوہا تک طاعون سے نہ مرا ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

۶

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے جو کلام کیا اس کا ایک زندہ نمونہ ہمارے درمیان زندہ موجود ہے یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا وجود باجود جس کے متعلق ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو مفصل پیشگوئی شائع کی گئی تھی اور وہ پورے طور پر آپ پر چسپاں ہوتی ہے۔ مختصراً صرف ایک حصہ پیشگوئی درج کیا جاتا ہے۔

"وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاول والآخر۔ مظہر الحق والعلیٰ کانّ اللّٰہ نزل من السماء۔ اس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پہ ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔ وکان امراً مقضیا"

یہ غیب کی خبر اتنی عظیم الشان ہے کہ اس میں کم از کم اٹھاون نشان ہیں۔ جو ایک ایک کر کے سب موجودہ امام جماعت احمدیہ کی ذات میں پورے ہوئے۔ کسی کاذب کی اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ اتنی تفاصیل پر مشتمل پیشگوئی کرے اور پھر اس کی بابت من و عن پوری ہو۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

حرفِ آخر

الغرض مسیح موعود علیہ السلام کی شائع کردہ پیشگوئیوں کا پورا ہونا آپؑ کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اب بھی اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے ورنہ ایسی غیب پر مبنی خبریں تو انسانی طاقت سے بالا ہیں خود خداوند کریم فرماتا ہے فلا یظہر علیٰ غیبہٖ احداً الّا من ارتضیٰ من رّسول یعنی غیب کی باتوں کو خدا تعالیٰ اپنے رسولوں کے سوا اور کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اور دوسری طرف یہ بھی فرما دیا کہ ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثمّ لقطعنا منہ الوتین (الحاقہ ع۲) یعنی خود ساختہ باتوں کو خدا کی طرف منسوب کرنے والا شخص ہلاک کر دیا جاتا ہے اور وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم غیب پر مشتمل کلام الٰہی پیش کرنا اور اپنے مشن میں کامیاب ہونا آپؑ کو سچا ثابت کر رہا ہے۔ جس کا کچھ نمونہ بیان دیا گیا۔ تفصیلات کے لئے متعدد کتب موجود ہیں جن میں سینکڑوں نشان ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ؎

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

—— * ——

مسئلہ جہاد کے متعلق اسلام و احمدیت کا صحیح نقطۂ نگاہ

از مکرم مولوی محمد ولی الدین صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم کرنول آندھرا

اسلام کی اصل غرض و منصب

مذاہب عالم سے قطع نظر اسلام کی اصل غرض خدا شناسی و معرفت الٰہی ہے اور اسی مقصد کی تکمیل کے لئے اسلام کا ظہور ہوا ہے۔ اور اس غرض و مقصد کا حصول ایمان محکم و یقین کامل اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ کے ساتھ وابستہ ہے یاد رہے کہ کسی شخص کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا اسلام کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتا تاوقتیکہ وہ دلی عزیمت کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو قبول کر کے اس مقصد کے حصول کے لئے کوشاں نہ ہو لیکن بایں ہمہ اس کی یہ کوشش فطرت کی رہنمائی میں ہونی چاہیئے۔ نہ کہ خلاف فطرت کسی ایک طریق کا پابند بجبر و اکراہ کر دیا جائے۔ اگر ایسا ہو تو اسلام کے نزدیک ایسے فعل پر کوئی سزا یا جزا مترتب نہ ہوگی۔ اس لئے کہ ادیان عالم میں صرف اسلام کو ہی یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کا منصب یہ نہیں کہ انسان کی فطری قوتوں کو بالکل نابود کر دے یا افراط و تفریط کی سلاسل میں مقید یا صرف منفی یا صرف مثبت احکام پر بجبر قائم کیا جائے بلکہ اسلام کا منصب یہ ہے کہ انسانی قوتوں اور طاقتوں کو اور فطری ملکات کو اپنے صحیح محل و موقعہ پر استعمال کرنے کے لئے ہدایت و رہبری کرے۔

اسلام اپنے اندر ایسی عالمگیر خصوصیات اور زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل رہنمائی کرنے والی اعلیٰ درجہ کی دلکش تعلیمات رکھتا ہے کہ جن کی موجودگی میں اس کا قدم ہمیشہ ترقی کی طرف اٹھتا رہا ہے۔ اور جس کی وجہ سے مذاہب عالم کو اپنے مستقبل کی فکر دامنگیر ہوئی ہے اور اسی فکر و تشویش کا اظہار اکثر اعتراضات اور الزامات کی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ جن میں سے ایک اعتراض اسلام کی پاک و مبنی بر حق و صداقت اور فطری تعلیم جہاد پر دانستہ یا نادانستہ کیا جاتا ہے اور اس کے پاکیزہ مفہوم کو اپنے بغض و حسد، جہالت و عداوت اور تعصب و عناد کا رنگ دے کر انتہائی مکروہ صورت میں پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسلام نے جہاد کی تعلیم دے کر بزور شمشیر اقوام عالم کو داخل اسلام کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اور ابتداء سے اس کی ترویج و اشاعت تیر و تفنگ اور سیف و سنان ہی کی مرہون منت ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ بعض نام نہاد مولاناؤں نے اپنے علم خام اور کج فہمی سے جہاد کا پاکیزہ منشاء نگاڑ کر اس کی وہ توجیہہ کی ہے جس سے علمبرداران حق و صداقت اور دشمنان اسلام کے اس قول کی مزید تائید ہوتی ہے کہ اسلام جبر و اکراہ، ظلم و تشدد اور دہشت و بربریت کا مذہب ہے اور یہ کہ اسلام میں مذہبی رواداری اور آزادی عقیدہ یکسر مفقود ہے۔ آئیے سب سے پہلے ہم اس امر کا جائزہ لیں کہ اسلامی جنگوں کی نوعیت کیا تھی۔

اسلامی جنگوں کا پس منظر

اسلامی تاریخ میں ہمیں بعض ایسی جنگوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے جن کا تعلق دین مذہب سے نظر آتا ہے اور جن کی صحیح حیثیت اور مکمل نوعیت سے لاعلمی کے باعث غیر مسلموں کو خصوصاً اور بعض جاہل مسلمانوں کو عموماً اس غلط فہمی میں ڈال دیا گیا ہے کہ نعوذ باللہ اسلام کی تشہیر و اشاعت کو تلوار سے بھی کوئی تعلق ہے۔ اگر ہم ان جنگوں کے پس منظر کو ایک ادنیٰ نظر سے بھی دیکھیں تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ ان تمام جنگوں کی نوعیت صرف مدافعانہ تھی نہ کہ جارحانہ۔ چنانچہ جب بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلعم نے گم گشتگان راہ کی بے راہ رویوں اور اہل باطل کی ضلالت و گمراہی کو دیکھ کر آپ کا دل ان کی ہمدردی اور بہی خواہی سے بھر گیا اور اپنی فطری رأفت و غمخواری سے مجبور ہو کر باعلام و الہام الٰہی ان کو خدائے واحد کی پرستش و عبادت کی تلقین کی تو اہل مکہ نے، جن میں آپ کے قریبی رشتہ دار بھی تھے، آپ کی اور آپ کے متبعین کی ایسی شدید مخالفت کی کہ شاید و باید۔ آپ کے ماننے والے پیاسے تڑپائے گئے جھلس دینے والی دھوپ میں ننگا لٹا کر سینے پر گرم پتھر رکھے گئے۔ چلچلاتی دھوپ میں تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹے گئے۔ اور ہر اقسام کی شرمناک اذیتوں سے قتل کئے گئے مخالفوں اور دشمنوں کے مظالم و مصائب نے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔ ہر چڑھنے والا دن ان پر مصیبتوں کا ایک نیا پہاڑ گرتا رہا۔ جب مظالم انتہا کو پہنچ گئے حتیٰ کہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے باہر عرب کے دوسرے قبائل سے کہنا پڑا کہ کیا تم میں کوئی ہے جو مجھے اپنے قبیلہ میں لے چلے کیونکہ قریش نے منعونی ان ابلغ کلام ربی مجھے پیغام الٰہی کی تبلیغ سے روک دیا ہے۔ مذہبی آزادی جو ہر انسان کا فطری اور پیدائشی حق ہے چھین لیا ہے کان المسلم لیلد فکان الرجل یفتن فی دینہ اما تقتلوہ واما یعذبوہ۔ کوئی مسلمان کتنے ہیں جن کو دین کی وجہ سے یا تو قتل کیا جا رہا ہے یا شرمناک مظالم کا تختۂ مشق بنایا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کا قصور یہی تھا کہ وہ خدائے واحد کی پرستش کرنا چاہتے تھے۔ ان زیادتیوں سے تنگ آ کر مسلمانوں نے مکہ چھوڑ کر حبشہ اور دوسرے مقامات کی طرف ہجرت کی۔ بعد میں خاص الٰہی اشارہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی جہاں وہ پر امن زندگی بسر کرنا چاہتے تھے اس مقصد کے لئے وہ ایک صالح معاشرہ کی تشکیل میں لگ گئے۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ ان عدوان حق و صداقت اور مفسدہ پردازوں نے ان کو وہاں بھی چین نہ لینے دیا۔ اس صالح معاشرہ کو درہم برہم کرنے اور اہل اسلام کو صفحۂ ہستی سے نابود کرنے کے عزائم لیکر باقاعدہ فوج مرتب کی جانے لگی۔ ہر طرف یہی خبر گشت کر رہی تھی کہ قریش کا ایک جرار لشکر مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے پر تول رہا ہے۔ یہ وہ حالات تھے کہ جب ظلم و جور، سبعیت و بربریت کے وہ مظاہرے ہو رہے تھے۔ جن سے انسانیت لرزہ براندام تھی تو اہل دانش اور اصحاب فہم سے دریافت کرتا ہوں کہ بتاؤ ان کمزور اور مظلوم مسلمانوں کو اب کیا کرنا چاہیئے تھا۔ کیا دنیا کا کوئی قانون اس موقعہ پر کسی سے اس کی خود حفاظتی کا حق چھین سکتا ہے۔ کیا ان حالات میں اپنی جان و مال عزت و آبرو سے بے نیاز ہو کر اپنے آپ کو دشمن کے حوالہ کر دینا عقلمندی ہے یا نادانی، جرأت مندی ہے یا بزدلی ——— اسی اثناء میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو قتال کی اجازت دی اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر۔ کہ اب ان مظلوم مسلمانوں کو جن سے لوگ خواہ مخواہ برسر پیکار ہو رہے ہیں دفاعی جنگ کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس اجازت کے باوجود مسلمانوں کی امن پسند طبیعت جنگ سے گریز کر رہی تھی کیونکہ قرآن مجید کی سالہا سال کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ ان کے دلوں میں اپنے دشمنوں کے لئے بھی ہمدردی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دوبارہ حکم صادر فرمایا کہ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم کہ گو اسلام دنیا میں جنگ نہیں بلکہ صلح کرانے آیا ہے مگر حالات کا تقاضا یہی ہے کہ اب نہ صرف یہ کہ تمہیں خود حفاظتی کے لئے جنگ کی اجازت دی جاتی ہے بلکہ دفاعی جنگ کو فرض قرار دیا جاتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ تمہارے لئے ایک ناگوار فرض کی ادائیگی ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا وان جنحوا للسلم فاجنح لھا۔ الخ (انفال ع) کہ اگر دشمن دھوکہ کی غرض سے بھی صلح کی پیشکش کر رہا ہو تو پھر بھی تم صلح کر لو۔ خدا تعالےٰ تمہاری نصرت اور حفاظت کے لئے کافی ہے۔" لیکن اس کا کیا علاج کہ دشمن اپنی عداوت میں بڑھتا ہی چلا گیا ہر شکست کے بعد نئے عزم کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ تمام جنگیں ایسی ہی تھیں کہ ان میں پہل کبھی مسلمانوں کی طرف سے نہیں ہوئی۔ الحق ما شھدت بہ الاعداء غیر بھی اس کی گواہی دینے پر مجبور ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی مستشرق مسٹر کرنشن اپنی کتاب World Faith کے صفحہ ۱۵۰ میں رقمطراز ہے کہ

Mohammad never instigated fighting and bloodshed. Every battle that he fought was a rebuttal. He fought in order to survive.

"کہ محمد صلعم نے خود کبھی جنگ اور خونریزی موقعہ بہم نہیں پہنچایا۔ ہر جنگ جو آپ کو لڑنا پڑی وہ دفاعی اور جوابی تھی۔ آپ لڑنے پر مجبور ہوئے تو محض اس لئے کہ زندہ رہ سکیں"

بہرکیف اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے جنگ کی اجازت دی ہے مگر اس کی نوعیت مدافعانہ ہے نہ کہ جارحانہ۔ اسلام ہرگز جائز قرار نہیں دیتا کہ مسلمان از خود بغیر کسی معقول وجہ کے کسی قوم پر حملہ کریں۔ ہاں جب وہ مجبور کئے جائیں اور ان پر حملہ ہو تو ان کے لئے اپنی جان و مال، عزت و آبرو اور دین کی حفاظت کے لئے دشمن سے لڑنا جائز قرار دیا گیا ہے۔

اس مختصر مضمون میں اسلامی جنگوں کی تفصیلات اور ان سے متعلق احکام عدل و قسط اور اسلام کے تعلیم کردہ جنگی آداب کو بیان کرنا باعث اطناب ہے اور پھر موضوع سے اس کا کوئی تعلق بھی نہیں لیکن اگر کوئی شخص اسلام کے ان احکام و آداب اور رواداری کی تعلیم کا مطالعہ اور پھر حضرت بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے طرز عمل کا معائنہ ایک ادنیٰ نظر سے بھی کر جائے تو اس پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اسلام کی طرف سے کسی قسم کی تعدی و سفاکی اور ظلم و جور کو منسوب کرنا کتنی بڑی جسارت ہے۔

گزشتہ چند صدیوں سے یورپ اور دیگر ممالک میں اسی الزام کو بہت اچھالا جا رہا ہے اور ہزاروں لاکھوں خام مسلموں کو اسلام سے نفرت دلا کر عیسائیت کی حسین طلسمی تصویر ان کے ذہن میں بٹھانے کی سرتوڑ کوشش کی جا رہی ہے۔ اور اس کوشش میں چودھویں صدی ہجری کے علماء اسلام نے بھی کافی ہاتھ بٹایا اور اب بھی بٹا رہے ہیں۔ اس وقت بھی اسلامی ملک پاکستان کے اکثر گوشوں سے یہ صدا بلند کی جا رہی ہے کہ عیسائیوں اور دیگر اہل مذاہب کی مذہبی آزادی چھین لی جائے۔ کیونکہ اسلامی ملک میں کفر کی تبلیغ کیسی اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص اسلام ترک کر کے عیسائیت یا کوئی اور مذہب اختیار کرے تو اسے قتل کیا جائے۔ حالانکہ اسلام ان بیہودہ خیالات کو دور سے جھٹک دیتا ہے۔ یہ خیالات دراصل اپنی خامی علم اور اعتراف شکست کے ہم معنی ہیں۔ ورنہ یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اسلام اپنے ذاتی محاسن کی وجہ سے نہیں بلکہ ابتداء میں بھی بزور شمشیر ہی اشاعت پذیر ہوا تھا۔ آئیے ہم غور کریں کہ کیا اسلام واقعی ایسا شکستہ پر ہے کہ یہ بغیر کسی بیرونی سہارے اور قوت کے پرواز کی سکت نہیں رکھتا کیا اسلام میں ان عوامل کو ہوا دی گئی ہے۔؟

ظلم وتعدی کے رجحانات

اب ہم یہ جائزہ لیں گے کہ کیا اسلام میں ایسے عوامل کا وجود ہے جن کے نتائج یقینی طور پر فساد، بدامنی اور جنگوں کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ اگر ہم اقوام کی نفسیات کا جائزہ لیں اور پھر مذاہبِ عالم کی تشدد آمیز کارروائیوں کو جانچیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ظلم وتعدی کے سب سے بڑے محرک دو ہی رجحانات ہو سکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ کسی کو کوئی مخصوص عقیدہ چھوڑنے یا اپنی پسند کا کوئی دوسرا عقیدہ اختیار نہ کرنے پر مجبور کرنا۔ دوئم یہ کہ مذہب کے معاملہ میں جو حقوق اپنے لئے مخصوص کئے جائیں، دوسرے مذاہب والوں کو ان سے محروم رکھا جائے۔ یعنی جبر واکراہ اور مذہبی حقوق میں عدم مساوات یہ وہ بنیادی عوامل ہیں جن سے انسانوں کی مذہبی آزادی یکسر ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور جو کوئی قوت بجبر مذہبی آزادی کسی قوم سے سلب کرنے کی کوشش کرے تو اس کی تہہ میں یہی غرض پوشیدہ ہو گی کہ وہ اپنی بات اور عقیدہ اور خیال منوانا چاہتی ہے۔

جبر واکراہ کی ممانعت

یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے کبھی کسی قوم سے اس کی مذہبی آزادی نہیں چھینی اور اس کی حریتِ ضمیر پر کبھی کوئی پابندی عاید نہیں کی۔ اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس نے بنی آدم کو سب سے پہلے حق کے تسلیم وانکار کا کلی اختیار دیا ہے۔ اور لوگوں کو مکمل آزادی بخشی ہے کہ وہ کسی بھی مذہب کو خوب اچھی طرح پرکھ کر قبول کریں۔ دنیا میں تاریخی لحاظ سے جو بڑی بڑی ناانصافیاں ہوتی رہی ہیں اور غلط فہمیاں پھیلائی جاتی رہی ہیں ان میں سے ایک بہت بڑی ناانصافی اور غلط فہمی یہ بھی ہے کہ جس مذہب نے انسانی ضمیر پر کوئی قدغن نہ لگایا ہو اور جس کی واضح تعلیمات یہ ہوں کہ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر کہ جو چاہے حق قبول کرے، جو چاہے رد کر دے — اور جس نے قیامت تک کے تمام اہلِ اسلام کو خبردار کر رکھا ہو کہ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی کہ دینی معاملات میں کسی قسم کا کوئی جبر وتشدد جائز نہیں۔ مذہبی تعلیمات کی اشاعت کے لئے تیر وتفنگ اور شمشیر وسنان کی حاجت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو قوتِ تمیز بخشی ہے۔ جس سے وہ حق وباطل، کھرے کھوٹے اور سود وزیاں میں فرق کر کے مفید مطلب طریق کو اپنا سکتا ہے۔ اور جس مذہب میں خود اس کے بانی اور پیروؤں کے لئے طریق تبلیغ کا یہ دستور وضع کیا گیا ہو کہ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ کہ اسلام کی نشر واشاعت وعظ ونصیحت اور دلائل وبراہین سے ہونی چاہیئے اور جس مذہب نے خود اپنے بانی اور اس کے پیروؤں کا فرضِ منصبی یہ مقرر کیا ہو کہ ما علی الرسول الا البلاغ کہ صرف ما انزل کو مخلوق تک پہنچا دیں اور بس۔ اس مذہب پر یہ گھناؤنا الزام کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا ہے کہ جبر وتشدد کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان بناؤ اور اقوامِ عالم کے خلاف اس وقت تک تلوار چلاؤ جب تک وہ اسلام میں داخل نہ ہو جائیں کتنی بڑی غلط بیانی ہے۔!

مذہبی حقوق میں مساوات

اسلام پر اس قسم کا الزام عاید کرنے والے دراصل اپنے ضد وتعصب، بغض وحسد اور جہالت کی وجہ سے مجبور بھی ہیں اور اسی چیز نے ان کے چشم وقلب سے بصارت وبصیرت چھین لی ہے ورنہ وہ دیکھتے کہ بھلا ایسے دین یا مذہب وعقیدہ، فکر وضمیر کی قید وبندش کو کوئی جگہ بھی حاصل ہے جس نے کل اقوام کے سامنے مذہبی حقوق میں مکمل مساوات کا اعلان کیا ہو۔ اور جس نے واضح طور پر جتلا دیا ہو کہ لکل امۃ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ فلا ینازعنک فی الامر کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قوم میں عبادت کا ایک طریق مقرر کیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کا بھی ایک طریق عبادت ہے۔ آپس میں کبھی تنازعہ نہ کریں کیونکہ ہر ایک کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اگر عدل وانصاف دنیا میں کوئی چیز ہے اور قلوب میں خدا ترسی موجود ہو تو اسلام کی اس واضح تعلیم کی موجودگی میں کہ لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ۔ یعنی ہر قوم کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے جس میں ان کو کامل آزادی حاصل ہے۔ اور اگر اللہ جبر وتشدد کو پسند کرتا تو تمام مذاہب کو ختم کر کے ایک ہی مذہب بنا دیتا۔ شاہانِ ظلم وجور اور دلدادگانِ دجل وفریب اسلام کے خلاف اس قسم کا مکروہ الزام عاید نہ کرتے کہ نعوذ باللہ اس نے غیر مذاہب سے ان کے مذہبی حقوق چھین لئے ہیں نہ صرف یہ کہ اسلام نے ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنی عبادت ومنہاج ومسلک میں کلی آزادی بخشی ہے بلکہ اس کا نظریہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کو دینِ حق سمجھتے ہوں تو انہیں اس کی تبلیغ واشاعت کا بھی ایسا ہی حق حاصل ہے جیسے مسلمانوں کو۔ اسلام اس حقِ تبلیغ کو مسلمانوں کے ساتھ ہی مخصوص نہیں کرتا بلکہ غیر مذاہب کے پیروؤں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ جیسے مسلمان اپنا مذہب دلائل وبراہین سے پھیلاتے ہیں ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین تم بھی اپنے مذہب کی اشاعت وتبلیغ دلائل وبراہین سے کر سکتے ہو۔

اسلام کی مندرجہ بالا روادارانہ تعلیم پر وہ تنگ نظر علماء غور کریں جو پاکستان میں بزورِ قوت اور بہ جبر واکراہ غیر مسلموں اور عیسائیوں کو ان کے تبلیغی حقوق سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ دنیا کے عقلاء ایسی طبائع کے بارے میں کیا رائے قائم کر سکیں گے جو اپنی جہالت کو عقلمندی اور اپنے احساسِ کمتری کو معلیٰ نشان سمجھیں اور اس پر مستزاد یہ کہ دنیا میں صالح معاشرہ اور حکومتِ الٰہیہ کے قیام کا ادعا بایں عقل ودانش بباید گریست

اب تک کے اس مختصر بیان میں کسی قدر جہاد کے اس مفہوم کی تغلیط اور بعض عمومی غلط فہمیوں کی تردید بھی ہو چکی ہے جو اس مسئلہ کی صحیح نوعیت کے نہ سمجھنے کے باعث وجہ نزاع بنتا جا رہا ہے۔ آئیے اب ہم یہ دیکھیں کہ اسلام یا احمدیت کے نزدیک جہاد کا مفہوم کیا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں پر تنزل وادبار کا دور اسی وقت سے شروع ہو گیا جب سے کہ انہوں نے جہاد کی حقیقت کو فراموش کر دیا ہے اور دنگہ وفساد کو جہاد سمجھ بیٹھے ہیں

جہاد کی حقیقت

جہاد کے لغوی معنی دفعِ شر وکسبِ خیر کے لئے سخت جد وجہد کرنے کے ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ اس شدید جد وجہد سے عبارت ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نیکی وتقوےٰ کے قیام کے لئے کی جاتی ہے۔ جس کے مواقع وذرائع مختلف ہیں۔ یہ جد وجہد اصلاحِ نفس کے لئے بھی کی جاتی ہے۔ یہ جد وجہد دشمن کے شر سے بچنے کے لئے تلوار سے بھی کی جاتی ہے یہ جد وجہد اسلام کی ترویج وترقی کے لئے قرآن مجید کی تبلیغ واشاعت کے رنگ میں بھی کی جاتی ہے۔ یہ سعی وکوشش مال سے، جان سے، عزت وآبرو سے، زبان وقلم سے غرضیکہ مختلف ذرائع سے کی جاتی ہے جب دشمنِ حق وصداقت کے خلاف غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کے لئے زبان وقلم استعمال کرے تو اسلام حکم دیتا ہے کہ اس کا ازالہ اسی طریق سے کیا جائے۔ اس موقعہ پر ایک مسلمان کے لئے زبان وقلم کا جہاد فرض قرار دیا گیا ہے۔ اگر مخالف تلوار سے اسلام کو مٹانا چاہتا ہے تو اس کے دفاع کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے۔ غرض اسلام نے حسبِ موقعہ باطل کے اثر کو زائل اور حق وصداقت کے شیوع واستحکام کے لئے مختلف ذرائع کی نشاندہی کی ہے۔ ان ذرائع کی اہمیت کے اعتبار سے ان میں تین مدارج ہیں

۱ — اسلام کے نزدیک سب سے زیادہ اور اوّلین اہمیت اس جد وجہد کو حاصل ہے جو ایک شخص اپنے نفس کی اصلاح اور معرفتِ الٰہی کے حصول کے لئے کرتا ہے اس جد وجہد کو جہادِ اکبر کہا جاتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

۲ — اس کے بعد قرآن مجید کی تعلیمات کو اوروں تک پہنچانے کے لئے تبلیغ وتلقین، ارشاد وہدایت کو دوسرا مقام حاصل ہے جس میں ایک مسلمان زبان وقلم کی تمام صلاحیتیں احقاقِ حق وابطالِ باطل میں صرف کرتا ہے اس سخت جد وجہد کا نام قرآن مجید میں جہادِ کبیر رکھا گیا ہے وجاھدھم بہ جھادا کبیرا

۳ — ہاں اگر دشمن تلوار کے ذریعہ اسلام کو کسی ملک وعلاقہ سے مٹانے کے لئے پیشقدمی کرتا ہے تو اس صورت میں اس کا دفاع اور خود حفاظتی کے لئے مسلمانوں کا متحد ہو کر ظلم وزیادتی کے خلاف تلوار اٹھانا جہادِ صغیر کہلاتا ہے۔

اب اس مذکورہ تشریح سے یہ امر واضح ہو گیا کہ اشاعتِ اسلام جہادِ اکبر وجہادِ کبیر کے ساتھ وابستہ ہے۔ البتہ حفاظتِ اسلام کے لئے کبھی کبھی جہادِ صغیر کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ اور یہ صرف اسی صورت میں جبکہ اسلام کو مٹانے کا تہیہ کر کے مخالفینِ اسلام شمشیر بکف ہو کر پیش قدمی کریں۔ گویا جہاد کا ایک عام حکم ہے جو کسی شرط سے مشروط نہیں اور جب سے بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلعم مبعوث ہوئے اسی وقت سے اس کی تعمیل فرماتے رہے اور ہر شخص جو اسلام لاتا ہے اسلام کے ساتھ ہی اس جہاد میں شامل ہو جاتا ہے جو جہادِ اکبر وجہادِ کبیر ہے۔ خاص حکم جہاد یعنی جہادِ صغیر یا جہاد بالسیف جس کی ضرورت کبھی کبھی پیش آ جاتی ہے مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ مشروط ہے

(۱) یہ جہاد صرف اسی قوم سے جائز ہے جس کی طرف سے حملہ میں ابتدا ہو

(۲) انہی لوگوں سے لڑائی کی اجازت ہے جو عملاً جنگ کے ارادہ سے نکلے ہوں۔ اور باقاعدہ سپاہی ہوں غیر سپاہیوں سے ہرگز جائز نہیں۔

(۳) علاقہ وذرائع جنگ کے لحاظ سے صرف اسی حد تک قتال کو محدود کر دیا جائے جس حد تک دشمن نے محدود رکھا ہے

(۴) ایسے مقام پر جنگ نہ کی جائے جہاں مذہبی فرائض عبادات کی ادائیگی میں رکاوٹیں پیدا ہو سکتی ہوں سوائے اس کے کہ دشمن از خود ہی اس جگہ حملہ آور ہوا ہو

(۵) لڑائی اس وقت تک ہی جاری رکھنی چاہیئے جب تک کہ مذہبی دست اندازی ختم نہ ہو جائے اور ہر شخص کسی عقیدہ کے ترک واختیار میں آزاد نہ ہو جائے۔

(۶) اگر کسی قوم یا حکومت میں مکمل مذہبی آزادی حاصل ہو تو ان سے جہاد بالسیف جرم ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بعض شرائط ہیں جن کا حاصل یہی ہے کہ محض مدافعت اور حفاظتِ اسلام کی غرض سے بعض مخصوص شرائط کے ساتھ جہاد بالسیف کی اجازت دی گئی ہے نہ کہ اشاعتِ اسلام کی غرض سے۔ اور پھر اس جہاد کی غرض صرف حفاظتِ اسلام ہی نہیں بلکہ اس کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ مسلمان تمام مذاہب کی حفاظت کریں۔ ان کے مقدس مقامات وعبادتگاہوں کے ادب واحترام کا خیال رکھیں۔ مسلمان اپنے غلبہ کو اپنی طاقت وشوکت کا ذریعہ نہ بنائیں

ملکہ غریبوں کی خبرگیری کریں۔ ملکی حالت کی درستی کر کے اور فساد و شرارت اور مذہبی جھگڑے بندیوں اور دینی قیود کو دور کر کے ضمیر وعقیدہ کی مکمل آزادی بخشیں۔

اس جہاد میں جبر و تشدد کو ذرہ برابر دخل نہیں اور ہرگز اس کا امکان بھی نہیں کیونکہ انسانی فطرت ہر ایسے قانون کو دور سے دھکے دیتی ہے جو اس کے پیدائشی حق کو سلب کرنے والا ہو ضمیر و رائے کی آزادی چھیننے والی ہر طاقت کے خلاف انسان فطرتاً علم بغاوت بلند کرتا ہے۔ دنیا میں کسی طاقت وحکومت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی شخص کو اس کے پیدائشی حقوق خصوصاً مذہب وعقیدہ کی آزادی سے محروم رکھے مذہب وعقیدہ میں آزادی اور حریت ضمیر کا حق انسان کسی صورت میں ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ تو پھر اسلام جو دینِ فطرت ہے اور جس کی تعلیم انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، کس طرح حکم دے سکتا ہے کہ دوسروں سے یہ حقوق سلب کر لئے جائیں۔

احمدیت کا قیام

دراصل جہاد کے معاملہ میں مسلمان اعتدال پر قائم نہیں رہے بلکہ افراط و تفریط کی طرف چلے گئے۔ اس لئے جماعت احمدیہ کا قیام خدا تعالیٰ کی طرف سے اسی لئے ہوا تا کہ مسلمانوں کو جہاد کا صحیح مفہوم سمجھا کر حقیقی جہاد کی دعوت دے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی اسلامی تحریک میں جہاد پر اس قدر زور نہیں دیا گیا جیسے احمدیت میں۔ جماعت احمدیہ نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ جہاد بالسیف کو جہاد بالقرآن کی جگہ دینا غلطی ہے۔ کیونکہ جہاد بالسیف کے معاملہ میں مسلمانوں نے یہاں تک افراط کی کہ اس کو جہاد بالقرآن کا قائمقام سمجھ لیا۔ اور جو کام قرآن سے کرنے کا تھا اسے تلوار سے کرنا چاہا۔ مہدی کی آمد کے عقیدہ میں جو تلوار کو داخل کیا گیا تو اسی غلط خیال کے ماتحت کہ تلوار سے مسلمان کرنا بھی جائز ہے۔ اسی لئے یہ عقیدہ بنا لیا کہ مہدی تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان کرے گا۔ اور یوں اسلام دنیا میں غالب آ جائیگا۔ اور مہدی کے اس تصور کے نتیجہ میں جہاد بالقرآن کے متعلق تفریط میں پڑ گئے۔ اور اسے یکسر بھلا دیا کہ اصل جہاد کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

رشٹ احمدیت پر یہ الزام عاید کیا کہ گویا احمدیت نے جہاد کو منسوخ کیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کے اس صریح حکم کو کس طرح منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ احمدیت نے جہاد کو منسوخ نہیں کیا بلکہ اس معاملہ میں افراط و تفریط کو دور کیا ہے۔ یعنی جہاد بالسیف کے معاملہ میں افراط کو اور جہاد بالقرآن کے معاملہ میں تفریط کو۔ اور اگر کہیں منسوخ کا لفظ جہاد کے ساتھ آیا بھی ہے تو صرف اس غلط مفہوم کے لئے جو جہاد بالسیف کے متعلق افراط کے رنگ میں عام مسلمانوں میں پیدا ہو گیا تھا۔ یعنی یہ غلط مفہوم کہ جہاد کے معنیٰ تلوار سے لوگوں کو مسلمان کرنے کے ہیں۔ ورنہ جہاد بالسیف کا حکم اور صحیح مفہوم احمدیت کے نزدیک اسی طرح قائم ہے۔ جس طرح وہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں قائم تھا۔ چونکہ اس زمانہ میں اس کے شرائط مفقود ہیں اس لئے جب تک وہ وجوہ پیدا نہ ہوں جو جہاد بالسیف کو فرض کر دیتے ہیں اس وقت تک جہاد کے نام سے دنگہ و فساد کرنا اور ملک میں بدامنی کی مسموم فضا پیدا کر کے خون خرابا کرنا ہرگز جہاد نہیں کہلاتا۔ حضرت بانیٔ احمدیت نے جہاد بالسیف کی اسی افراط کو دور کر کے جہاد بالقرآن کی اہمیت پر زور دیا اور اسی روح کو جماعت کے رگ وریشہ میں بھر دیا جس کے نتیجہ میں آج جماعت احمدیہ اشاعتِ اسلام کے وہ محیر العقول کارنامے سرانجام دے رہی ہے کہ مخالف بھی داد تحسین دینے پر مجبور ہے کیا ہی خوش نصیب یہ جماعت ہے جو ایسے فتح نصیب جرنیل کے دامن سے وابستہ ہے جس نے ہر مذہب کو تحدی کے ساتھ دعوت دی کہ هَل مِن مُبَارِز۔ هَاتُوا بُرهَانَكُم اِن كُنتُم صٰدِقِين۔ جیسا کہ اسلام کی اشاعت قرونِ اولیٰ میں اپنی پاک اور دلکش اور قابلِ عمل تعلیمات کی وجہ سے ہوئی تھی جماعت احمدیہ کے جہاد بالقرآن کے نتیجہ میں آج بھی ہو رہی ہے۔ احمدیت کی پُرامن تبلیغی جدوجہد اس لغو خیال کے خلاف زبردست چیلنج ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت تلوار اور خونی مہدی کی محتاج ہے اس وقت جو کوئی اس جماعت سے باہر ہے وہ یقیناً اس شکست خوردہ ذہنیت کا شکار ہے کہ اسلام کی حفاظت کے لئے غیروں سے تبلیغی حقوق چھین لئے جائیں یہ خدا تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر بڑا فضل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس میں وہ زبردست قوتِ ایمانی پیدا ہو چکی ہے جس نے اسے محض رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اعلائے کلمۃ اللہ کے قابل بنا دیا ہے۔ اور اس کے دل میں یہ زبردست یقین اور ایمان پیدا ہو چکا ہے کہ اسلام یقیناً دنیا پر غالب آنے والا ہے۔ کیونکہ اسلام کی تعلیم میں وہ جوہر پوشیدہ ہیں اور اس میں وہ قوت ہے کہ خواہ مادہ پرستی کا زور ہو خواہ عیسائیت کا جال یا کوئی اور طاقت ہو، اسلام کے مقابلہ میں سب طاقتیں مغلوب ہونے والی ہیں۔

میں غیر از جماعت دوستوں کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر آپ اسلام کی اشاعت وترویج اور اس کی خدمت وترقی کا کچھ درد اپنے دل میں رکھتے ہوں تو آیئے اس زمانہ میں مجاہدین کی جماعت میں شمولیت اختیار کر لیجئے۔ لیکن شاید آپ کے لئے سب سے مشکل مرحلہ بیعت کا ہو سکتا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ جس طرح جہاد بالسیف کے لئے ایک وفادار فوج کی ضرورت ہے اسی طرح جہاد بالقرآن کے لئے بھی ایک منظم اور وفادار فوج کی ضرورت ہے۔ اور پھر جس طرح جہاد بالسیف میں شامل ہونے والے ہر سپاہی سے حلفِ وفاداری لیا جاتا ہے اسی طرح جہاد بالقرآن میں شامل ہونے والے ہر مجاہد کے لئے بیعت کی ضرورت ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں اسے ہم یوں بھی ادا کر سکتے ہیں کہ ان کے لئے ایک حلفِ وفاداری کی ضرورت ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو وقت کے اس اہم تقاضے کو سمجھتے ہوئے اس تنظیم کے ساتھ اپنے آپ کو منسلک اور منظم کر لیں جو آج دنیا کے چاروں کونوں میں جہاد بالقرآن کا عَلَم بلند کر کے اور سعید روحوں کو اسلام میں شامل کر کے اپنے اس عمل سے مخالفین کے اس اعتراض کا جواب دے رہی ہے کہ گویا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تھا۔ اور عنقریب دنیا دیکھ لے گی کہ اسلام کے منہ پر سے یہ جبری اشاعت کا داغ احمدیت نے اپنے انتھک جہادِ کبیر کے ساتھ صاف کر دیا ہے۔ اَلَا اِنَّ حِزبَ اللّٰهِ هُمُ الغَالِبُون ۔

مکرم خلیفہ صلاح الدین احمد صاحب وفات پا گئے

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيهِ رَاجِعُون

ربوہ ـــ بہت افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی اور مخلص صحابی حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے فرزند مکرم خلیفہ صلاح الدین احمد صاحب مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۶۲ء بروز شنبہ ۳ بجکر ۲۰ منٹ پر بوقت سہ پہر سنٹرل گورنمنٹ ہسپتال راولپنڈی میں بعمر ۶۵ سال وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

آپ نومبر کے دوسرے ہفتہ کے اواخر میں ربوہ سے لاہور گئے تھے پھر وہاں سے اپنے بعض کاموں کے سلسلہ میں ۲۲ نومبر کو مظفرآباد چلے گئے۔ ۳ رنومبر کو آپ وہاں سے راولپنڈی آئے اور ایک ہوٹل میں مقیم ہوئے۔ اسی حال میں وہاں آپ کو سینے میں درد اور دل کی تکلیف کا حملہ ہوا۔ ۵ رنومبر کو آپ بغرض علاج ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ علاج جاری تھا کہ آپ کو ۷ رنومبر کو بذریعہ تار اپنی ہمشیرہ محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ کی وفات کی اطلاع ملی۔ صدمہ کی وجہ سے دل کی تکلیف یکدم بڑھ گئی۔ اور آپ باوجود علاج معالجہ کے جانبر نہ ہو سکے۔ اور ۹ ردسمبر کو داعئ اجل کو لبیک کہہ کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ آپ کے دو صاحبزادے قبل ازیں ہی راولپنڈی پہنچ گئے تھے۔ جماعت راولپنڈی نے وہیں غسل دیا۔ اور مکرم محمود احمد خاں صاحب قائمقام امیر جماعت نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جس میں راولپنڈی کے احباب بہت کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ بعد ازاں مرحوم کا جنازہ بذریعہ ٹرک راولپنڈی سے ربوہ لایا گیا۔ جنازہ ۱۰ ردسمبر کو صبح پانچ بجے کے قریب ربوہ پہنچا۔ اسی روز سواتین بجے سہ پہر مقبرہ بہشتی کے میدان میں مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جس میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد اور اہلِ ربوہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ بعد ازاں مرحوم کی نعش کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا قبر تیار ہونے پر مکرم مولانا شمس صاحب نے دعا کرائی۔

خلیفہ صلاح الدین احمد صاحب مرحوم بہت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ بہت ملنسار، علم دوست اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خدمتِ سلسلہ کی توفیق سے بھی نوازا تھا۔ چنانچہ ۱۹۴۳ء میں آپ نے قادیان میں مہتمم نشر و اشاعت کے فرائض سرانجام دیئے علاوہ ازیں تفسیر کبیر (سورہ یونس تا سورہ کہف) کی خاطر خواہ اور بروقت طباعت کے انتظام میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ کو فلسفہ اور سائنسی علوم سے خاص دلچسپی اور شغف تھا۔ چنانچہ ان علوم میں اپنے وسیع مطالعہ کی مدد سے آپ نے الفضل میں متعدد قابلِ قدر مضامین لکھے۔ نیز تعلیم الاسلام کالج اور بعض اور ادارہ جات میں متعدد تقاریر بھی کیں۔

آپ نے چار فرزند اور چار صاحبزادیاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کے سب سے بڑے فرزند خلیفہ صباح الدین احمد صاحب واقفِ زندگی ہیں اور تعلیم الاسلام کالج سے ایف ایس سی کا امتحان پاس کرنے کے بعد آجکل جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

احباب دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ محترم خلیفہ صلاح الدین احمد صاحب مرحوم کے درجات جنت الفردوس میں بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں اپنے خاص مقام قرب سے نوازے اور آپ کے جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے اور حافظ و ناصر ہو۔

A Huge Dragon

ایک بہت بڑا اژدہا

از مکرم مولوی خلیل الدین احمد خاں صاحب فاضل ہیڈ مولوی - نیپانی سکول اڑیسہ

مندرجہ بالا عنوان کے تحت انگریزی اخبار ہندوستان اسٹینڈرڈ مورخہ ۲۷ر نومبر ۱۹۶۲ء کے صفحہ ۶ کالم ۵ میں لنڈن کے میجر او بیلنس کی کتاب موسومہ The Red Army of China (یعنی چین کی لال فوج) کا اقتباس درج ہے جس میں میجر صاحب موصوف چینی فوج کو ایک بڑے اژدہا کے مشابہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

The chinese army can be likened to a huge dragon who sits and licks his lips in a self-satisfied manner but only a few of whose teeth and claws are sharp. He has certainly used these to very good effect in the Himalayas but as yet he cannot walk very far and he is still completely dependent on Russian fuel to spit fire

"یعنی چینی فوج ایک بہت بڑے اژدہا کے مشابہ ہے اور دلی اطمینان کے لئے وہ اپنے ہونٹوں کو چاٹ رہا ہے - لیکن اس کے چند دانت اور پنجے بہت تیز ہیں جنہیں وہ موثر طریق پر ہمالیہ میں استعمال کر چکا - چونکہ وہ زیادہ آگے بڑھ نہیں سکتا اس لئے وہ خاموش ہے اور (دنیا میں) آگ بھڑکانے کے لئے پورے طور پر روسی ایندھن (یعنی امداد) پر دارو مدار رکھتا ہے ۔"

اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعہ سے آئندہ کے متعلق ایسی خبریں بتلاتا ہے جو بادی النظر میں انہونی ہوتی ہیں - مگر جب وہ پوری ہو جاتی ہیں تو لوگ انہیں ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں - اور یہ باتیں اس کے زندہ ہستی اور قادر مطلق ہونے کا ثبوت بن جاتی ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب راتوں رات مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرما گئے تو مکہ کے کفار میں کھلبلی مچ گئی اور کفار مکہ نے انعام مقرر کیا حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک قلم کر کے لانے کے لئے سو اونٹ کا انعام مقرر کیا ۔ سراقہ بن جعشم اس انعام کے لالچ میں آ کر اپنا گھوڑا لے کر آپ کے تعاقب میں دوڑا۔ راستہ میں قدرت خداوندی نے اسے سخت انتباہ کیا یعنی دو مرتبہ اس کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور گھوڑا اور وہ دونوں مرتے مرتے بچے - اس سے اس کا دل کانپ گیا مگر انعام کے لالچ میں وہ تعاقب کرتا ہی رہا آخر جب وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو اس کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا - سراقہ کی آنکھیں کھلیں اور وہ آپ پر ایمان لے آیا - اس بےکسی اور انتہائی کس مپرسی کے عالم میں بھی جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بے گھر ہو کر ہجرت فرما رہے تھے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر آپ نے سراقہ کو مخاطب کر کے فرمایا اے سراقہ ! جا میں تیرے ہاتھوں میں کسریٰ شاہ ایران کے سونے کے کنگن دیکھتا ہوں - چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب حضرت عمرؓ کی خلافت میں دولت ساسانی کا خاتمہ ہوا اور کسریٰ کے خزائن فتح ہوئے اور مال غنیمت میں شاہ ایران کے سونے کے کنگن آئے جنہیں وہ دربار کے وقت پہنا کرتا تھا تو حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلایا اور وہ کنگن اس کے ہاتھوں میں پہنا دئے - اور اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی - اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی زندہ ہستی کا ثبوت ملا ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

موجودہ فیج اعوج ، مادیت اور دہریت کے زمانے میں بھی جبکہ خدا تعالیٰ کا وجود محض ایک موہوم چیز بن گیا تھا - اس نے اپنے وجود کو منوانے اور اپنی زندہ ہستی کا ثبوت دینے کے لئے قادیان کی مقدس بستی میں اپنا ایک مصلح بھیجا اور اس کے ذریعہ آئندہ سے متعلق واقعات کی خبریں بھی دیں - جو بادی النظر میں انہونی معلوم ہوتی تھیں مگر وہ سب اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں - جیسے جنگ عظیم اول اور اس میں زار روس کی تباہی کی پیشگوئی - لیکھرام پشاوری ، الیگزنڈر ڈوئی امریکہ کے متعلق پیشگوئیاں وغیرہ جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں - اور یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے زندہ ہستی ہونے کا ثبوت دیا - اور یہ بھی ثبوت دیا کہ وہ آج بھی اپنے برگزیدہ بندوں سے کلام کرتا ہے ؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

اسی طرح آج سے اکتالیس سال پہلے ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رؤیا میں کمیونزم کو ایک بہت بڑے اژدہا کی صورت میں دیکھا کہ وہ اپنے راستہ میں آنے والی ہر شے کو روندتا اور نگلتا ہوا چلا آتا ہے - جیسا کہ حضور اپنے لیکچر "اسلام کا اقتصادی نظام" میں جو آپ نے ۲۶ر فروری ۱۹۴۵ء کو احمدیہ ہوسٹل لاہور میں دیا اس میں فرماتے ہیں کہ :-

"چوبیس سال کی بات ہے میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں میں کھڑا ہوں اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عظیم الشان بلا جو کہ ایک بہت بڑے اژدہا کی شکل میں دور سے چلی آ رہی ہے - وہ اژدہا دس بیس گز لمبا ہے اور ایسا موٹا ہے جیسے کوئی بڑا درخت ہو - وہ اژدہا بڑھتا چلا آتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے ایک کنارے سے چلا ہے اور درمیان میں جس قدر چیزیں تھیں ان سب کو کھاتا چلا آ رہا ہے ۔"

پھر آگے فرماتے ہیں کہ :-

جب وہ اژدہا چارپائی کے قریب پہنچا تو کچھ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ آپ اس کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ لا یدان لاحد بقتالھما اس وقت مجھے محسوس ہوتا ہے کہ سانپ کا حملہ دراصل یاجوج ماجوج کا حملہ ہے کیونکہ یہ حدیث ان کے بارے میں ہے میں اسی وقت یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ دجال بھی ہے ۔" (صفحہ ۱۱۱)

اکتالیس سال ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو رؤیا کے ذریعہ کمیونزم کو ایک بلا اژدہا کی شکل میں دکھائی - اور آج یہ پیش خبری اس صورت میں پوری ہوئی ہے کہ چینی فوج جو خود کمیونسٹ اور کمیونزم کی حامی ہے اور ہمارے ملک ہندوستان پر حملہ کر کے کوہ ہمالیہ پر موجود ہے اسے ایک فاضل انگریز مصنف نے بہت بڑے اژدہا سے تشبیہ دی ہے اللہ تعالیٰ نے دراصل اپنی حکمت سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے رؤیا کو سچا ثابت کرنے کے لئے اس انگریز کے دل و دماغ اور نوک قلم سے وہی بات نکلوائی جسے حضور عرصہ گذرا رؤیا میں دیکھ چکے تھے - یہ تطابق دراصل اس عالم الغیب ہستی کی طرف سے ہے جو ہر زمانہ میں اپنی ہستی کے زندہ ہونے کے ثبوت اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعہ دیتا رہتا ہے -

یہ وقت ہمارے ملک پر بڑا ہی سخت آیا ہے جب کہ چین نے دوستی کے پردے میں ہمیں ایک عرصہ تک دھوکے میں رکھا اور اندر ہی اندر زبردست تیاریاں کر کے اب وہ ہم پر حملہ آور ہوا ہے - اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو کمیونزم کے اس سیلاب سے بچائے ۔

منقولات

عدم تشدد ایک بوگس خیال

پبلک ایڈمنسٹریشن انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر مسٹر وی کے این مینن نے روٹری کلب میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستانی پرانے خیالات کا از سر نو جائزہ لیں - خاص طور پر شراب بندی اور عدم تشدد پر نظر ثانی کریں یہ شراب بندی اور عدم تشدد ان کی زندگی سے کوئی میل نہیں رکھتے - آپ نے کہا کہ یہ ہماری لیڈر شپ کی ناکامی ہے کہ وہ بدلنا اور اصلاح کرنا بھی چاہتے ہیں اور ساتھ ہی پرانی اور بوگس روایات سے بھی چمٹے ہوئے ہیں - آپ نے کہا کہ عدم تشدد شراب بندی اور جدید ضروریات موجودہ حالات میں تسلیم کرنے کے قابل نہیں ان پر نظر ثانی کی شدید ضرورت ہے ! اترپردیش کے سابق گورنر مسٹر منشی نے اپنے ایک مضمون میں بتایا ہے کہ یہ باور کرانا کہ ہم امن پسند قوم ہیں اپنے آپ کو بزدل بنانا ہے - حقیقت یہ ہے کہ ہم جنگ جو قوم ہیں اور ہمیشہ اپنے دشمنوں سے لڑتے رہے ہیں - آپ نے کہا کہ ویدوں میں جس اندر دیوتا کا ذکر ہے وہ جنگ کا دیوتا ہے - بودھوں نے بھی جنگیں لڑی ہیں - اور ہندوستان کے بہادروں نے جنگلوں سے بھی دو دو ہاتھ کئے ہیں - آپ نے یہ بھی کہا کہ عدم تشدد کا خیال گاندھی جی کا ذاتی خیال تھا - یہ بزدلی کا دوسرا نام ہے - وغیرہ

آج جب کہ چین نے بقول پنڈت نہرو ہماری آنکھیں کھول دی ہیں اور ہم خیالی دنیا سے حقیقی دنیا میں آ گئے ہیں - عدم تشدد کے فلسفہ کو خیرباد کہہ دینا ہی بہتر ہوگا - بلکہ بقول منشی یہ بات ہی غلط ہے کہ ہندوستان عدم تشدد کا ملک ہے اور ہم امن پسند قوم ہیں ۔ (الجمعیۃ دہلی ۹/۱۲/۶۲)

درخواست دعا

۱- گھر سے میرے والد صاحب نے اطلاع دی ہے کہ میری ہمشیرہ زچگی کے بعد سخت بیمار ہیں

۲- میرے چھوٹے بھائی سید منظور الدین بعارضہ ٹائیفائڈ بیمار رہے اب افاقہ ہے مگر کمزوری بہت ہے

۳- میری خالہ زاد مختلف عوارض سے بیمار ہیں -

ان سب کی صحت کاملہ عاجلہ کیلئے دعا فرمائی جائے

خاکسار سید بشیر الدین احمد کٹکی مبلغ شادنگر آندھرا

عالمگیر بلاؤں سے نجات کی طرف ایک پکار

از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی

اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کے لئے انسان کو دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ وہ بدی سے پورے طور پر اجتناب کرے۔ دوم یہ کہ نیک اعمال کو پورے طور پر حاصل کرے۔ یہ یاد رہے کہ صرف بدی کو ترک کر دینا ہی انسان کے لئے کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ نیک اعمال کا بجا لانا بھی نہایت ضروری ہے

انسان کی ابتدائے آفرینش ہی سے اس کی فطرت کے اندر دو قسم کی تحریکیں رکھی گئی ہیں ایک طرف تو اس کے جذباتِ نفسانی اسے گناہ کی طرف لے جاتے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ اور اس کا جوش جو اس کی فطرت کے اندر رکھا گیا ہے اس گناہ کے جوش کو دباتا ہے مگر ایسی آگ اور تپش جو انسان کے گناہ کو کلی طور پر جلا ڈالے خدا تعالیٰ کی معرفت پر موقوف ہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز کی محبت اور اس کا عشق اس چیز کی معرفت سے تعلق رکھتا ہے۔ جس چیز کی خوبی اور حُسن اور جمال کا انسان کو علم نہ ہو وہ اس سے کامل طور پر محبت نہیں کر سکتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی خوبی حُسن وجمال کی معرفت اور اس کا علم اس کی محبت پیدا کرتا ہے۔ اور جب وہ محبت جوش مارتی ہے تو وہ اس کے گناہوں کو بھسم کر دیتی ہے

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ معرفت انسان کو کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ جس کے ذریعہ اس کی ایسی محبت و عشق پیدا ہوتا ہے اس کے لئے یہ یاد رہے کہ ابتدا ہی سے خدا تعالیٰ نے یہ طریق جاری کر رکھا ہے کہ وہ معرفت عام لوگوں کو خدا تعالیٰ کے نبیوں اور اوتاروں کے ذریعہ سے ملتی ہے۔ وہ ان کی روشنی سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ ان کی اتباع سے وہ سب کچھ حاصل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء ہی سے سب قوموں میں اس کی طرف سے ایسی معرفت پیدا کرنے کے لئے نبی رشی منی اور اوتار ظاہر ہوتے رہے ہیں اور لوگ ان کے ساتھ تعلق پیدا کر کے خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کر کے اس سے محبت پیدا کرتے رہے ہیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا کے اہلِ مذاہب اپنے نبیوں کی تعلیمات سے دور جا پڑے ہیں اور خدا تعالیٰ کو ترک کر بیٹھے ہیں۔ دوسری طرف وہ انتہائی طور پر مادیات سے وابستہ ہو بیٹھے ہیں۔ دنیا کی محبت ان پر غالب آ چکی ہے۔ تیسری طرف وہ نفسانی جذبات کی رو میں بری طرح سے بہتے چلے جا رہے ہیں۔ تمام اہلِ مذاہب کو ان باتوں کا اعتراف ہے علاوہ ازیں انہوں نے اپنے مذاہب پر عمل کر کے ان سے فائدہ اٹھانے کی بجائے ان مذاہب ہی کو اپنا تختۂ مشق بنا لیا ہے اور طرح طرح کے ردو بدل کے ذریعہ سے ان کو ناقابلِ عمل بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو تھوڑے بہت لوگ ان مذاہب پر عمل بھی کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔ ان اہلِ مذاہب میں سے کوئی ایک فرد بھی ایسا نظر نہیں آتا جو ان مذاہب پر عمل کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچا ہو۔ اور نہ ہی ایسا دعویٰ کسی کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔

ان حالات کے باوجود خدا تعالیٰ کی طرف سے اگر کوئی شخص دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا نہیں ہوتا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بخلاف اپنے سابقہ سلوک کے دنیا کو خود ہی ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ دنیا سے قطع تعلق کر لے۔ اور اسے کلیۃً چھوڑ دے۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ ظاہری حالات میں جب دنیا کو اس کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ نمایاں طور پر ان کی طرف توجہ کرتا ہے اور ان کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ مثلاً اگر دنیا پر قحط پڑتا ہے اور بارشیں نہیں ہوتیں اور خشک سالی بڑھ جاتی ہے تو اس کی رحمت کی بارش جوش مارتی ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور اب بھی چلتا چلا جا رہا ہے

پس جبکہ انسان کی جسمانی ضروریات کی طرف سے خدا تعالیٰ نے اپنی توجہ نہیں ہٹائی تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ اس کی روح کی ضروریات کو نظر انداز کر دے۔ جب کہ روح ہی مقدم اور اصل چیز ہے۔ پس یہ بات انسانی تجربہ اور عقل اور خدا تعالیٰ کی سنت کے صریح برخلاف ہے

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سابقہ نبیوں اور رشیوں اور اوتاروں نے ہمارے زمانہ کے متعلق یہ پیشگوئی کر رکھی ہے کہ ان حالات میں خدا تعالیٰ یقیناً دنیا کی رہنمائی کے لئے اپنی طرف سے کسی مصلح کو کھڑا کرے گا دنیا کے تمام موٹے موٹے مذاہب میں اس آنے والے موعود کے متعلق پیشگوئیاں موجود ہیں اور اہلِ مذاہب ان سے ناواقف نہیں۔ وہ ان پیشگوئیوں کو خوب جانتے ہیں اور ان کی حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ پس ایک طرف خدا تعالیٰ کی یہ قدیم سنت ہے اور دوسری طرف اس کی طرف سے اپنے نبیوں اور رشیوں اور اوتاروں کے ذریعہ سے دی ہوئی یہ عظیم الشان خبر موجود ہے تو یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ ان دونوں باتوں کو نظر انداز کر دے اور دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کا سامان عین ضرورت کے وقت نہ کرے اور خاموشی سے وقت گذار دے اور اپنے اس موعود کو نہ بھیجے۔ ایسے حالات میں اہلِ مذاہب کو ضرور اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ جب کہ ان کے مذہب میں خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کے گیان کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور خدا تعالیٰ سے ہمکلامی پر مہر لگ گئی ہے اور آسمانی نشانات کا بھی خاتمہ ہو چکا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی کوئی مصلح کھڑا نہیں ہوتا تو خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت اور اس کا حقیقی عشق انسان کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔

اہلِ مذاہب اس بات کا اعتراف کرنے پر بھی مجبور ہو رہے ہیں کہ فی زمانہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیر معمولی عذابوں، دکھوں، اور تکالیف کا ایک سلسلہ چل رہا ہے جو یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے اعمال سے خوش نہیں بلکہ ان کے اعمال اس کے غضب کو بھڑکانے کا موجب ہو گئے ہیں ورنہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ خدا جو ارحم الراحمین ہے اور ہمیشہ سے ماں باپ سے بڑھ کر انسانوں سے شفقت کا سلوک کرتا چلا آیا ہے وہ اب ان سے یونہی ناراض ہو بیٹھے اور اپنی محبت کا سلوک ترک کر دے پس دنیا صرف اسی صورت میں خدا تعالیٰ کے غضب سے بچ سکتی اور اس کی محبت کو جذب کر سکتی ہے جب کہ اس کی طرف سے پہلے کی طرح کوئی نبی یا رشی یا اوتار ظاہر ہو اور وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر خدا کی طرف ان کو پہنچا دے۔ اہلِ مذاہب اگر ذرا بھی اس بات پر غور کریں تو انہیں نہایت آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک تو ان کے مذاہب حق سے بہت دور جا پڑے ہیں دوسرے وہ خود اپنے بداعمال کی وجہ سے خدا کو ناراض کرنے کا باعث بن گئے ہیں تیسرے ان میں سے کوئی بھی مصلح فی زمانہ ان کی اصلاح کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔ سو ہم انہیں یہ بشارت دینا چاہتے ہیں کہ مذہب اسلام زندہ مذہب ہے اور وہ ہمیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ ایسے حالات میں یقیناً خدا کی طرف سے کسی مصلح کا آنا ضروری ہوتا ہے۔ یہی ایک مذہب ہے جو خدا تعالیٰ تک اب بھی اسی طرح پہنچانے کا ذمہ دار ہے جس طرح پہلے مذاہب ذمہ دار تھے۔ اور یہی ایک مذہب ہے جو انسانی فطرت کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے والا ہے آخر انسان کی فطرت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ ہر ایک اچھی بات میں کمال حاصل کرے۔ چونکہ انسان کو خدا تعالیٰ کی ابدی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس لئے انسان اس بات سے راضی نہیں ہو سکتا کہ وہ خدا تعالیٰ جس کی شناخت اور معرفت میں اس کی نجات کا حقیقی راز مخفی ہے اس کی شناخت کے بارہ میں محض بیہودہ قصے کہانیوں پر انحصار رکھے وہ اس کے متعلق اندھا نہیں رہنا چاہتا۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی صفات کاملہ کے متعلق پورا پورا علم اور گیان حاصل کرے گویا وہ اسے اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھ لے۔

انسان کی یہ فطرتی خواہش محض اسلام کے ذریعہ ہی پوری ہو سکتی ہے۔ اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ جس شخص کی یہ فطرت دنیا اور نفس کی محبت کے نیچے دب کر نہ رہ گئی ہو اور وہ دنیا کی محبت سے رہائی اور دائمی لذت اور سرور حاصل کرنے کا خواہشمند ہو وہ صرف قصے کہانیوں اور محرّف و مبدّل مذاہب سے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اسے تسلی اطمینان حاصل ہو سکتا ہے وہ اگر حقیقی تسلی چاہتا ہے تو وہ اسے صرف اسلام ہی میں مل سکتی ہے۔ اسلام کا خدا اپنے فیض کا دروازہ کبھی بند نہیں کرتا بلکہ وہ اسے ہمیشہ کھلا رکھتا ہے۔ اس نے اپنی طرف سے عین ضرورت کے وقت اس موعود مصلح اور بلغاء نبی اور اوتار کو بھیج کر دنیا پر بڑا احسان کیا ہے۔ اور وہ ڈنکے کی چوٹ سے دنیا کو اپنی طرف بلاتا رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ دنیا کے لوگ اس کے بھیجے ہوئے نبی اور اوتار کی طرف متوجہ ہوں اور اس کے ذریعہ سے اس کی معرفت اور گیان اور علم حاصل کر کے اس سے حقیقی تعلق پیدا کریں۔

وہ موعود اس کی طرف سے ہمارے زمانہ میں اس قادیان کی بستی میں نازل ہوا، اور برابر تیس برس تک دنیا کو خدا کی معرفت اور اس کی محبت کی طرف بلاتا رہا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ وہ پہلے تمام نبیوں رشیوں اور اوتاروں کے رنگ میں ظاہر ہوا ہے اور اس نے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو اس سے پہلے نبیوں رسولوں رشیوں اور اوتاروں کو دی گئی تھی۔ اس نے واضح الفاظ میں یہ ظاہر کیا ہے کہ اب بغیر اسلام اور اس موعود نبی کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے کوئی خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ ہی خدا کی کامل معرفت اور اس کی محبت حاصل کر سکتا ہے۔ اس نے واضح طور پر اس امر کا اعلان کیا ہے کہ نہ صرف اسی قدر بلکہ اس وقت دنیا پر جو طرح طرح کے مصائب اور مشکلات اور عذاب نازل ہو رہے ہیں ان سے نجات حاصل کرنا بھی ممکن نہیں ہے یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہوگا جب کہ دنیا کے لوگ اپنے دلوں کے خیالات کو تبدیل کریں اور اس کی طرف متوجہ ہوں۔ اس کی باتوں کو سنیں ان پر عمل کریں اور خدا تعالیٰ کی طرف جھکیں اور اس کی معرفت اس کے ذریعہ سے حاصل کریں اور خدا کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کریں۔ ورنہ ان مشکلات اور مصائب کا سلسلہ چلتا چلا جائیگا اس نے بتایا ہے کہ

"دنیا پر سخت سخت بلائیں آئیں گی
اور ایک بلا ابھی بس نہیں کرے گی"

(باقی صفحہ ۲۳ کالم ۴)

گیتا جینتی بمبئی میں ایک تقریر

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

امسال بھی بھارت سادھو سماج کی طرف سے بمبئی میں گیتا جینتی کا ہفتہ بہت دھوم دھام سے منایا گیا۔ مجھے بھی اس سماج کے چیئرمین شری ہری کشن داس اگروال کی طرف سے ۹ دسمبر والے اجلاس میں شرکت کی ایک خصوصی دعوت ملی۔ مگر میرا ارادہ شرکت کا نہیں تھا۔ اس سے پہلے بھی اسی قسم کے دو اور دعوت نامے آچکے تھے لیکن میں اپنی علالت کے باعث کسی میں شریک نہیں ہو سکا۔ پہلا دعوت نامہ بمبئی یونیورسٹی کا تھا جو پروفیسر آدم کو پی ایچ ڈی کی ڈگری دینے کے موقعہ پر تقسیم کیا گیا تھا۔ دوسرا دعوت نامہ اسپر یچول سنٹر کے جلسہ سالانہ میں شرکت کا تھا۔ میں نے ان میں سے کسی تقریب میں شرکت نہیں کی۔

اسی طرح بھارت سادھو سماج کے اجلاس میں بھی شرکت کا ارادہ نہیں تھا۔ لیکن ۹ دسمبر کو اس سماج کا ایک قاصد چیئرمین صاحب کا ایک خاص خط لے کر آیا اور ۹ دسمبر کو چیئرمین صاحب موصوف کے لڑکے خود آگئے۔ انہوں نے مجھے یاد دلایا کہ ۱۹۶۱ء کی گیتا جینتی میں بھی میں نے ایک بڑے مجمع کے سامنے تقریر کی تھی بہت سے لوگوں کو پھر میری تقریر سننے کا اشتیاق ہے اس لئے میں بہر صورت آج کے اجلاس میں شرکت کروں۔

ساتھ ہی انہوں نے ایک ریزولیشن کی نقل بھی مجھے دی جو چینی حملے کی مذمت سے متعلق تھی۔ اور آج کے اجلاس میں پیش ہونے والی تھی۔

ان کرم فرماؤں کا یہ اصرار دیکھ کر میں نے شرکت کا وعدہ کر لیا اور شام کے سات بجے سمندر کے کنارے جلسہ گاہ پر پہنچا۔

پہلے تو میں جلسہ گاہ کی رونق اور چہل پہل دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ کیوں نہ ہو اس کے سرپرست گجراتی سرمایہ دار جو ہیں۔ میں جلسہ گاہ کے جگمگاتے ہوئے راستے سے گزرتے ہوئے جب محفل کے درمیان پہنچا تو ایک شخص دوڑ کر آئے اور مجھے اسٹیج پر لے گئے اس وقت ایک مقرر چینی حملے سے متعلق تجویز پر تقریر کر رہے تھے۔

میں جونہی اسٹیج پر پہنچا میرے ہاتھ میں تازہ تجویز کی ایک نقل دی گئی اور کہا گیا کہ میں بھی اس تجویز کی تائید میں اظہار خیال کروں۔ بھلا میں یہ موقعہ کب ہاتھ سے جانے دیتا یہ تو میرا دینی، اخلاقی اور ملکی فریضہ تھا۔ اس مقرر نے میرے آنے کے بعد تقریر ختم کر دی اور اب شری ہری کشن داس جی نے میرے نام کا اعلان کر دیا

میں جب مائک کے پاس آیا تو میرے ذہن میں کوئی خاص مضمون نہیں تھا۔ اور اتنی دیر میں بھلا ایک انسان سوچ ہی کیا سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی دیکھئے کہ میں نے جب تقریر شروع کی تو میرے سامنے مضامین کا ایک سمندر آگیا اور میں نے گیتا جینتی کا مقصد سامنے رکھتے ہوئے چینی حملے کی مذمت پر ایک مبسوط تقریر کی میں نے اس تقریر میں سرحدوں کی نوعیت پنچ شیلا۔ مہا بھارت اور تاریخ اسلام کے بعض واقعات بیان کئے۔ اللہ کے فضل سے میری یہ تقریر اخیر تک اس مجلس کے لئے اتنی موزوں اور موثر ثابت ہوئی کہ شروع سے اخیر تک تالیاں بجتی رہیں میں نے جب تاریخ اسلام کا ایک واقعہ بیان کر کے یہ تائیدی تقریر ختم کی تو ہر طرف سے دھنیباد۔ دھنیباد کی آواز آ رہی تھی۔ شہر کے بیسیوں رؤسا اور سادھوؤں نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ میری تقریر کے وقت حاضرین کی تعداد کم سے کم دس ہزار ہوگی اور ان میں شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جو اس تقریر سے متاثر نہ ہوا ہو۔ خاص طور پر پریس کے رپورٹروں نے آ آ کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا اور فوٹو گرافروں نے بیسیوں فوٹو لئے

——— ❊ ———

بقیہ لیڈر از صفحہ ۲

پر مشتمل اعلیٰ قسم کا لٹریچر لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا جا رہا ہے۔ دنیا کی مشہور زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کئے جا رہے ہیں تا دنیا کے دور دراز کے ممالک میں بسنے والے اپنی اپنی زبان میں کلام اللہ کو پڑھ کر روحانی پیاس بجھائیں۔ اور اپنی زندگی کے مقصد کو پہچانیں ——!!

الغرض اس طرح باوجود بعض اطراف سے شدید مخالفت کے جماعت احمدیہ روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ اور اس کی یہ تدریجی ترقی دنیا کے تمام سنجیدہ افراد کو اس امر کی دعوت دیتی ہے کہ وہ اس بات پر سنجیدگی سے غور کریں کہ ؎

گر نہیں عرش معلیٰ سے یہ ٹکراتی تو پھر!
سب جہاں میں گونجتی ہے کیوں صدا قادیاں!

——— ❖ ———

بمبئی میں مکرم جناب ناظر صاحب بیت المال کی تشریف آوری

رپورٹ مرسلہ مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی۔

۵ دسمبر کو مکرم جناب ناظر صاحب بیت المال نے دار التبلیغ بمبئی کو بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ آپ اس دن حیدر آباد اور میسور کے دورے سے فارغ ہو کر اپنے چھوٹے لڑکے عزیز عبد الکریم صاحب کے ساتھ بمبئی تشریف لائے۔ ریلوے اسٹیشن پر جماعت بمبئی کے احباب نے آپ کا استقبال کیا اور ہار پہنائے۔

یوں تو آپ حیدر آباد وغیرہ کے دورے سے فارغ ہو کر قادیان دار الامان واپس جا رہے تھے مگر آپ بمبئی میں بھی مرکز کی ایک بڑی زیر تجویز اسکیم کے متعلق صورت حال کا معائنہ فرماتے رہے وہ یہ کہ الحق بلڈنگ جو صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جائداد ہے اور جس میں ہمارا احمدیہ دار التبلیغ قائم ہے اور وہ موجودہ وقت میں یک منزلہ بلڈنگ ہے۔ اس کے اوپر ایک اور منزل تعمیر کی جائے۔ اس سلسلہ میں آپ نے بلڈنگ کا پورا معائنہ فرمایا۔ بعض ضروری ہدایات دیں اور اوپر کی منزل بنانے کے لئے بعض ٹھیکیداروں سے تبادلہ خیالات کر کے متوقع اخراجات کا جائزہ لیا۔ یہ ایک طول طویل معاملہ ہے تعمیر کی بہت سی شقوں پر بحث کرنی پڑی اور بہت سی جزئیات کے متعلق معلومات حاصل کرنے پڑے۔

ساتھ ہی آپ نے ایک روزہ قیام کے پروگرام میں بمبئی شہر بعض چیدہ اور مشہور مقامات کی سیر بھی کر لی

دعا ہے کہ آپ کی تشریف آوری صدر انجمن احمدیہ قادیان اور جماعت احمدیہ بمبئی کے لئے بابرکت ہو۔

ابدی اور دائمی زندگی

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بنصرہ العزیز نے یکم دسمبر ۱۹۴۲ء کو تحریک جدید کے متعلق جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس میں حضور فرماتے ہیں:-

"یاد رکھو! یہ اموال ہمیشہ نہیں رہیں گے اور یہ زندگیاں بھی ہمیشہ نہیں رہیں گی کوئی انسان زندہ نہیں رہتا۔ ہم بھی اپنی زندگیاں بسر کر کے خدا کے پاس جانے والے ہیں۔ یہ زندگیاں ہمارے ساتھ نہیں جائیں گی بلکہ ہمارے چندے اور ہماری قربانیاں ہمارے ساتھ جائیں گی۔ یہاں کا کھایا پیا ہمارے کام نہیں آئے گا بلکہ جو خدا کے رستے میں خرچ کیا ہوا ہوگا وہی ہمارے کام آئے گا۔ پس ابدی اور دائمی زندگی حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھو آپ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ آپ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کے مثیل ہیں۔ مگر منہ کے کہنے سے کچھ نہیں بنتا۔ وہ قربانیاں پیش کرو جو صحابہؓ نے پیش کیں اسی طرح اپنی جانیں خدا کی راہ میں پیش کرو جس طرح صحابہؓ نے پیش کیں۔ اسی طرح اپنے اموال دین کے رستہ میں خرچ کرو جس طرح صحابہؓ نے خرچ کئے…… اور دین کی خدمت کے لئے ہر وقت کمربستہ رہو جس طرح صحابہؓ کمربستہ رہتے تھے اور ہر طریق سے اپنی قربانیوں کو خدا کے حضور پیش کرو۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

بقیہ صفحہ ۲۱

کہ دوسری ظاہر ہو جائے گی۔ آخر انسان نہایت تنگ ہو جائیں گے کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے مصیبتوں کے بیچ میں آکر دیوانوں کی طرح ہو جائیں گے" (پیغام صلح)

سو اے بھائیو! قبل اس کے کہ وہ دن آدیں ہشیار ہو جاؤ اور اپنے نفوس کی اصلاح کرو اور خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور خدا کے فرستادہ کی آواز کی طرف کان لگاؤ اور اس کی پکار کی طرف دھیان دو۔ اور گرد بجز خدا ہو جاؤ۔ اسی میں آپ کی خیر ہے۔ اسی میں آپ کی دین و دنیا کی بہبودی کا راز مضمر ہے۔ پہلے طاعون نے ملک میں کافی تباہی مچائی تھی۔ انفلوئنزا بھی اپنے اثرات کے لحاظ سے اس سے کم نہ رہا۔ ۱۹۴۷ء نے جو کھنڈرات چھوڑے وہ ابھی باقی تھے کہ سیلابوں نے آکر نئے کھنڈرات پیدا کر دیئے۔ ابھی وہ کھنڈرات لوگوں کی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں کہ چین کی طرف سے جنگ کا بگل بجایا گیا اور اس کے بادل سروں پر منڈلا رہے ہیں۔ غرضیکہ یہ بلائیں مختلف شکلوں اور رنگوں میں ظاہر ہو رہی ہیں اور اپنی آنکھیں دکھا رہی ہیں پس اٹھو اور جلد خدا کی طرف سے آواز دینے والے کی آواز پر لبیک کہو اور اپنے نفسوں میں پاک تبدیلی پیدا کر کے اپنے حقیقی مالک کی طرف جھکو اور جس طرح بھی ممکن ہو اسے راضی کرو۔ خدا نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا اور ایک مصلح کو کھڑا کر دیا اب اس سے ہدایت حاصل کرنا آپ کا کام ہے۔

ہندوستان میں مبعوث مصلحین کا تذکرہ

اور

اُن کی تعلیمات کا خلاصہ

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کلکتہ

جب ساری دنیا پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ جس میں بھٹکے ہوئے راہی کے لئے کوئی کرن نظر نہ آتی تھی۔ تو سرزمین عرب میں اس سُورج کا طلوع ہوا جس نے اندھیروں کو نور سے بدل دیا اور ظلمتوں کو یکسر کافور کر دیا۔ میری مراد اس عربی نبی سے ہے۔ جس کے بیان کردہ نظریات آج بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں اور انسان کو انسانیت کا صحیح سبق سکھاتے ہیں۔ آنحضور نے دنیا کے سامنے جو نظریات پیش کئے ، ان میں ان میں ایک اہم نظریہ یہ تھا کہ جس طرح خدائے پاک و برتر نے انسان کی مادی ترقیات کا سامان کیا ہے اسی طرح انسان کی روحانی ترقی ، ہدایت اور رہنمائی کا انتظام بھی کیا ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالےٰ نے مختلف قوموں اور ملکوں میں اپنے ہادی اور رہنما بھیجے ہیں جو ایک سلسلہ اور مقصد کی تکمیل کے لئے اپنے اپنے وقت پر آتے رہے ہیں جیسا کہ سورہ نحل میں فرمایا

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا

ان اعبدوا اللہ واجتنبوا

الطاغوت (نحل ع ۵)

ترجمہ۔ ضرور ہم نے ہر امت میں رسول (یہ حکم دے کر) بھیجا ہے کہ اے لوگو تم اللہ کی عبادت کرو اور ہر سرکش سے کنارہ کش رہو۔

اس آیت سے واضح ہے کہ توحید کے قیام کے لئے ہر قوم اور امت میں نبی آئے ہیں ہندوستان جو ایک بہت بڑا ملک ہے اور کئی ایک قومیں اس میں بستی ہیں۔ ضرور ہے کہ اس میں بھی خدا تعالےٰ کے انبیاء آئے ہوں۔ چنانچہ امت مسلمہ کے بزرگوں نے اس پر صاد کیا ہے کہ ہندوستان میں بھی پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور ان پیغمبروں کا نور شرک کی تاریکی میں بر رنگ مشعل روشن ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی ، سید عبدالرزاق صاحب بانسوی ، حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے نہایت ہی واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اس امر کا تذکرہ کیا ہے کہ اہل ہنود جن بزرگوں کی بڑی تعظیم کرتے ہیں جیسے شری رام چندر جی شری کرشن جی مہاراج ۔ یہ خدا کے نبی تھے۔

ہندوستان میں ظاہر ہونے والے ان مہا پرشوں اور باکمال انسانوں کے تفصیلی حالات تو اس مختصر سے مضمون میں درج کرنا ناممکن ہے اس لئے نہایت ہی اختصار کے ساتھ میں ان کے حالات اور تعلیم کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔

شری رام چندر جی مہاراج

ہندوستان کی تاریخ کی روشنی میں آپ کا زمانہ بہت پرانا ہے آپ اجودھیا کی سرزمین میں راجہ دسرتھ کے ہاں رانی کوشلیا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ چونکہ راجہ دسرتھ کے ہاں کافی دنوں تک اولاد نہیں ہوئی اس لئے راجہ نے دو اور بھی شادیاں کیں اور پھر سب رانیوں کے ہاں اولاد ہوئی شری رام چندر جی کی پیدائش پر راجہ دسرتھ نے بڑی سخاوت کی اور اجودھیا کے گھر گھر میں جشن منائے گئے۔ بھگت تلسی داس نے رامائن میں اس کا نہایت سُندر نقشہ کھینچا ہے۔

آپ کے متعلق لکھا ہے کہ بہت چھوٹی عمر میں چاروں وید اور چھ شاستر پڑھ لئے اور دیگر علوم و فنون میں بھی قابلیت کے جوہر دکھائے۔ علم و ادب کے آپ ماہر تھے۔ زبان دانی ، ریاضی طبیعیات اور فن سپاہ گری میں یکتائے زمانہ تھے۔ تیر اندازی میں تو وہ کمال حاصل کیا کہ اس زمانہ میں ملک بھر میں کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔ اور اسی تیر اندازی کے کمال کی وجہ سے سوئمبر میں راجہ جنک والئے متھلا پور کی کمان کو توڑ دیا۔ جس پر راجہ جنک کی بے پالک بیٹی جانکی (جو بعد میں سیتا کے نام سے مشہور ہوئی) نے سوئمبر میں آپ کا انتخاب کیا اور آپ کی شادی سیتا سے ہوگئی۔ شادی کے بعد راجہ دسرتھ نے فیصلہ کیا کہ اپنے کسی لائق فرزند کے سپرد راج پاٹ کر کے گوشہ نشینی اختیار کریں۔ بعد مشورہ راجہ نے اپنے بڑے بیٹے شری رامچندر جی کے سپرد سلطنت کر دی جانے کا فیصلہ کیا لیکن رانی کیکئی بعض لوگوں کے بہکاوے میں آ گئی۔ اور اس نے راجہ دسرتھ کو ایک سابقہ عہد جو کسی جنگ کے موقعہ پر راجہ نے کیکئی سے کیا تھا یاد دلایا اور اس عہد کو پورا کرنے پر زور دیا اور کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ میرا لڑکا بھرت راجہ بنایا جائے اور رام چندر جی کو چودہ برس بن باس دیا جائے۔ چنانچہ کیکئی اپنی ضد پر رہی اور راجہ کو اپنے وعدہ کے موافق کیکئی کی دونوں باتیں ماننی پڑیں جس پر چودہ سال کے لئے آپ بنوں میں چلے گئے۔ بھرت کو جب اس کی خبر ملی تو انہوں نے بہت کوشش کی کہ رام چندر جی واپس آکر تخت سنبھال لیں مگر وہ راضی نہ ہوئے۔ بالآخر چودہ سال جنگلات میں گذار کر واپس اجودھیا آئے۔ بھرت نے اس موقعہ پر آپ کا نہایت شان و شوکت سے استقبال کیا آج بھی رام بھرت ملاپ کی رسم کو اہل ہنود ہر سال مناتے ہیں۔

رام چندر جی واپس آکر تخت نشین ہوئے اور سالہا سال تک آپ نے حکومت کی آپ کا دورِ حکومت بڑے آرام کا تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ آپ کے وقت میں اکثر لوگ نیک اور ایشور بھگت تھے۔ خود مہاراجہ رام چندر جی کی زندگی مجسّم سچائی کی زندگی تھی۔ اور خدا پر اتنا وشواش اور یقین رکھنے والے تھے کہ بعد میں آنے والے لوگوں نے آپ کو پرماتما کا درجہ دے دیا۔

آپ عہد کے پکے تھے جو کہتے تھے اس پر عمل کر کے دکھاتے تھے۔ والدین کی اطاعت ، بھائیوں کی رفاقت ، اہل خانہ سے محبت ، وفاداری ، دوستوں کی مدد ، دشمنوں کا قلع قمع آپ کی اہم صفات تھیں۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ سبق آموز ہے خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم ایسے فرشتہ سیرت نیک بزرگ کے نقشِ قدم پر چلیں۔ آمین

شری کرشن جی مہاراج

ہندوستان میں آنے والے انبیاء میں آپ کا درجہ بہت بلند ہے بھارت ورش میں جو قبولیت اس مقدس انسان کو حاصل ہے۔ اور ملک کے باشندوں کو آپ کے نام سے جو اخلاص ہے وہ سوائے خدا کے مقرب اور پاکباز بندوں کے حاصل نہیں ہو سکتا ہندو لٹریچر میں آپ کی زندگی کے دو ماخذ اس وقت بھی موجود ہیں۔ مہابھارت اور بھگوت گیتا۔ ان دونوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کرشن کی بعثت کے وقت جو آج سے قریباً پانچ ہزار سال قبل ہوئی۔ ہندوستان پر اندھکار چھایا ہوا تھا۔ بادشاہ اور حکام کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ وہ رعایا پر بہت ظلم کرتے تھے۔ آپ نے ان پاپیوں کا نشہ توڑا اور توحید باری کا ڈنکا سرزمین ہند میں بجایا گیتا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عبادت الٰہی ، ذکر الٰہی نفسانی خواہشات کو دبانے اور بنی نوع انسان کے ساتھ محبت کرنے پر بہت زور دیا۔

آجکل عام ہندو بھائی جن میں بیشتر حصہ غیر تعلیم یافتہ ہے شری کرشن جی کو خدائے مجسم سمجھتے ہیں۔ مگر یہ ویسا ہی خیال ہے جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے تھے۔ جس طرح انجیلوں کا مطالعہ کرنے سے ایک سمجھدار انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حضرت عیسےٰ خدا نہ تھے بلکہ خدا کے ایک برگزیدہ انسان اور نبی تھے اسی طرح ہندوؤں کی مقدس کتابوں بالخصوص مہابھارت اور گیتا پر گہری نظر سے دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ شری کرشن جی خود خدا نہ تھے بلکہ خدا کے ایک پیارے برگزیدہ انسان اوتار اور نبی تھے اور ایک اور بلند اور بالا ہستی کو خالق جہاں اور قادر مطلق مانتے تھے۔ چنانچہ گیتا کا ادھیائے نمبر ۱۸ شلوک نمبر ۶۱ - ۶۲ اس کی ایک بین دلیل ہے۔ جس میں شری کرشن جی نے ارجن کو ایک ایشور کی پوجا کا اپدیش دیا ہے جو اس سارے جگت کو چلانے والا ہے اور جس کے ساتھ تعلق رکھنے سے دلی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

دراصل حکمائے ہنود کے موجودہ فلسفۂ نبوت اور اسلام کے فلسفۂ نبوت میں فرق ہے اسلام کے نزدیک خدا کا نیک بندہ اس دنیا میں آتا ہے جس پر خدا کی وحی اور الہام ہوتا ہے اہل ہنود بھی نورِ الٰہی کی ضرورت سمجھتے ہیں لیکن ان کے نزدیک یہ وجود صرف نبی نہیں ہوتا بلکہ روحِ الوہیت انسانی جسم میں حلول کر کے آتی ہے۔ یہ ایک دقیق مسئلہ ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انسانی جسم میں الوہیت کے حلول کرنے کا مسئلہ کرشن جی کے بعض اقوال سے پیدا ہوا جن میں آپ نے فرمایا کہ "میں پانیوں کا رس ہوں۔ چاند اور سورج کا پرکاش ہوں" وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ خدا رسیدہ لوگ یہ باتیں خود نہیں کہتے بلکہ چونکہ خدا ان کی زبان سے بول رہا ہوتا ہے اس لئے خدا فرماتا ہے کہ میں پانیوں کا رس ہوں اور میں سورج کی روشنی ہوں۔

مسلمان بزرگوں نے بھی انا الحق کے نعرے لگائے اور سمجھنے والے خوب سمجھتے ہیں کہ اس نعرہ سے انہوں نے دعوئے خدائی نہیں کیا بلکہ خدا نے الہاماً اپنے متعلق ان کی زبان پر انا الحق کے الفاظ جاری کروائے۔ اسی کی تفسیر میں کسی نے کہا ہے کہ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود!

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

بہرحال یہ آنے والے وجود سوسائٹی کے اکمل فرد ہوتے ہیں اسلام انہیں "نبی" کے نام

اور ہندو مت اوتار کے نام سے یاد کرتا ہے یعنی وہ وجود ہے جو خدا سے خبر پا کر غیب کی خبروں پر مطلع کرتا ہے۔ اور اوتار لفظ اوتیرن سے ہے یعنی وہ وجود جس پر کلام الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اور وہ اس کلام الٰہی کو دوسروں تک پہونچاتا ہے۔

مہاتما بدھ

آپ کی بعثت پر ۲۵۰۰ سال کا عرصہ گذرتا ہے آپ کی تعلیم میں یہ بات نمایاں ہے کہ آپ اپنے کو ایک رہبر کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں اور اپنا ایک خاص مشن و مقصد لے کر دنیا کے سامنے پیش ہوئے ہیں اور نہ صرف یہ دعوے ہی کرتے ہیں بلکہ تحدی کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہوں گے۔ چنانچہ زمانہ نے بتایا کہ بدھ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے اور کروڑوں انسانوں کی زندگیاں سنوارنے کا موجب ہوئے۔

آپ نسلاً کھتری تھے۔ ابتداءً آپ نے بڑی ریاضتیں کیں اور ایما الٰہی کے مطابق روزے رکھے۔ یہاں تک کہ گیا میں ایک پیپل کے پیڑ کے نیچے آپ پر خدا کی تجلی ہوئی۔ اور اس کے بعد آپ نے تبلیغ کا کام شروع کیا۔

آپ کے مریدوں میں مرد عورت، برہمن، کھتری، ویش، شودر سب شامل تھے۔ اور ذات پات کا امتیاز آپ نے بالکل مٹا دیا اور بتایا کہ نجات کا رستہ سب کے لئے کھلا ہے۔

آپ خدا تعالےٰ فرشتوں اور دوزخ جنت کے قائل تھے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ خدا اور روح کی ہستی کے منکر تھے یہ آپ پر آپ کے مخالفین کی زیادتی ہے۔ اشوک کے زمانہ کے کئی ایک کتبے ایسے نکلے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مہاتما بدھ کی تعلیم ایک خدا کی عبادت کی تھی۔

حضرت باباگورونانک صاحب رح

آج سے قریباً چار سو سال قبل آپ کا ظہور پنجاب میں ہوا۔ اس وقت بھی بھارت کے لوگ خدا کی توحید کو چھوڑ کر دیوی اور دیوتاؤں کی پرستش میں محو تھے۔ آپ نے اکو توحید کا سبق پڑھایا اور فرمایا

اک اونکار ست نام

گرپرشاد

یعنی اللہ ایک ہے وہ حق ہے وہ خالق ہے کسی کا اس کو ڈر نہیں کسی سے اس کو دشمنی نہیں وہ غیر فانی ہے اور یہ اللہ مرشد کامل کے ذریعہ ملتا ہے۔

آپ کو مسلمانوں سے بہت پریم تھا چنانچہ آپ نے بغداد اور مکہ کا سفر بھی کیا۔ اور مسلمان اولیاء سے ملاقاتیں کیں۔ ہندوستان میں بھی بابا فرید اور دوسرے بزرگوں کے ساتھ آپ کا گہرا میل تھا اس طرح آپ نے ہندو مسلم ایکتا کی بنیاد رکھی اور اسی پریم کو جو آپ کو مسلمانوں کے ساتھ تھا تا زندگی خوب نبھایا۔

حضرت باباجی سکھ صاحبان کے پہلے گورو تسلیم کئے جاتے ہیں اور ہم احمدی مسلمان آپ کے متعلق یقین رکھتے ہیں کہ آپ خدا کے پیارے ولی اللہ اور بزرگ تھے۔

حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام

میرا یہ مضمون غیر مکمل رہے گا اگر میں اس عظیم الشان انسان کا تذکرہ نہ کروں جو تمام دھارمک پستکوں کی بیان کردہ پیشگوئیوں کے مطابق اس گھور کل جگ میں ہندوستان میں ظاہر ہوا۔ اور جس کو خدا نے ہندوؤں عیسائیوں یہودیوں، مسلمانوں اور دیگر فرقوں کی ہدایت اور رہبری کے لئے مامور فرمایا۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے وہ نور، وہ روشنی، وہ طاقت اور وہ قوت بخشی جس کی مدد سے آپ نے غافل، مدہوش دنیا کو جھنجھوڑا اور اسے ہدایت کی طرف بلایا۔ اس کے خالق اور مالک کے احکام اسے سنائے اور وہ کلام دنیا کو سنایا۔ جو خدا تعالےٰ نے آپ پر نازل کیا تھا۔ آپ نے قادیان ضلع گورداسپور میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور بالخصوص مندرجہ ذیل امور کی طرف دنیا کو بلایا۔

۱۔ اس دنیا کا پیدا کرنے والا ایک زندہ خدا ہے اور میں اس کی زندگی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ چنانچہ کئی ایک نشانات کے ذریعہ آپ نے یہ ثبوت پیش فرمائے۔

۲۔ آپ نے سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اصول کو ایک دفعہ پھر اجاگر کیا کہ دنیا کے ہر ملک اور ہر زمانے میں ضرورت کے مطابق نبیوں اور اوتاروں کو پرماتما لوگوں کی اصلاح اور روحانی ترقی کے لئے بھیجتا رہا ہے۔ آپ نے بتایا کہ ہندوستان میں آنے والے اوتاروں کے متعلق مجھے کشفاً بتایا گیا کہ وہ خدا کی طرف سے تھے۔

۳۔ آپ نے فتنہ و فساد سے بچنے اور ملک کی حکومت کے ساتھ تعاون کرنے کی تعلیم دی۔

۴۔ آپ نے بتایا کہ خدا کا کلام جس طرح پہلے نازل ہوتا تھا اب بھی نازل ہوتا ہے

۵۔ آپ نے بتایا کہ مذہب صرف عقیدہ اور ایمان کا نام نہیں بلکہ عمل کا نام ہے۔ اس لئے آپ نے اپنے متبعین کو عمل پر زور دینے کی تلقین کی۔ اور آج اللہ تعالےٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے اکثر ممبران صرف منہ سے نہیں بلکہ عملی طور پر مذہب کے ساتھ ایک خلوص رکھتے ہیں۔ اور مذہب کی حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ نتیجۃً وہ عیوب اور برائیاں جو عام طور پر دوسری اقوام میں پائی جاتی ہیں جماعت احمدیہ کے افراد ان سے پاک ہیں چنانچہ اس بارہ میں صرف ایک گواہی پیش کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں

ڈاکٹر شنکر داس صاحب مہرہ اپنے تجربہ کی بنا پر فرماتے ہیں :-

قادیان کے ایک مقدس شہر میں ایک ہندوستانی پیغمبر پیدا ہوا جس نے اپنی نیکی اور بلند اخلاق سے اپنے ماحول کو بھر دیا۔ یہ خوبیاں اس کے لاکھوں ماننے والوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ احمدیہ جماعت ایک تعمیری نقطۂ نگاہ رکھنے والی اور پابند قانون جماعت ہے۔ احمدی نمایاں طور پر جرم سے پاک ہیں۔ اور اس کی تصدیق عدالتی ریکارڈ سے بھی ہو سکتی ہے۔ گذشتہ فسادات میں بھی ان کے ہاتھ فتنہ و فساد سے صاف رہے۔ یہ سب کچھ دن کے لیڈر کی عمدہ تعلیم کے بغیر نہیں ہو سکتا۔" (اخبار اسٹیٹسمین)

—:—

جموں و پونچھ کا تبلیغی و تربیتی دورہ

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مشن مدراس

تبلیغی تربیتی دورہ

امسال بھی نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان نے علاقہ جموں و پونچھ کے تبلیغی و تربیتی دورہ کا پروگرام مرتب کر کے خاکسار کو مدراس سے بلوایا اور ۱۱ نومبر کو قادیان پہنچ کر ۱۴ نومبر کو میں دورہ پر روانہ ہوا۔ جموں میں مکرم بابو محمد یوسف صاحب میرے ہمراہ ہوئے اور دونوں نے مل کر دورہ کیا۔

تبلیغی جلسے

اس دورہ میں مندرجہ ذیل مقامات پر تبلیغی جلسے ہوئے۔ چارکوٹ۔ بھمبر گلی۔ پنچایت گھر چارکوٹ۔ دھرمسال مینڈر۔ سلواہ۔ پٹھانہ تیر گورسائی (دو جلسے) سنگیوٹ۔ بڈھا نوں۔ ساج راجوری۔ جلسوں کے اختتام کے بعد اردو انگریزی ہندی اور گورمکھی لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔

اس دورہ میں جس جماعت میں بھی قیام کیا گیا۔ وہاں نماز فجر کے بعد درس القرآن دیا جاتا رہا مگر مندرجہ ذیل مقامات پر خاص تربیتی اجلاس منعقد کئے گئے۔ جن میں احمدی مستورات بھی شامل ہوئیں ان اجلاسات میں احباب کو تبلیغی و تربیتی امور اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی۔ چارکوٹ (دو مرتبہ) گورسائی۔ کالابن۔ لوہار کہ پونچھ۔

چین کے جارحانہ حملہ کی مذمت

اس دورہ میں خاکسار نے چین کے جارحانہ حملہ کی مذمت کرتے ہوئے احباب جماعت کو ملکی دفاع کی سکیموں میں حصہ لینے کی تلقین کی۔ نیز قومی یکجہتی اور جذباتی ہم آہنگی پیدا کرنے کے ذرائع و اسباب بیان کئے۔ اور بتایا کہ اس وقت ملک کی سالمیت کیلئے اہل وطن کو بلا لحاظ مذہب و ملت اتحاد و اتفاق کی سخت ضرورت ہے۔ اور یہ وقت کی آواز ہے۔ اور اس اتحاد کی طرف حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام بھی توجہ دلا چکے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اہل وطن مامور ربانی کی آواز پر کان دھریں۔ کہ اسی میں خیر و برکت ہے۔ اس سلسلہ میں خاکسار کو ۔ جموں میں مورخہ ۱۳ نومبر کو زیر صدارت آنریبل ڈپٹی اسپیکر لیجسلیٹو اسمبلی جموں و کشمیر (۲) پونچھ میں ۸ نومبر کو زیر صدارت جناب ڈی سی صاحب پونچھ تقاریر کرنے کا موقعہ ملا۔ جس کی رپورٹ مکرم خواجہ محمد صدیق صاحب خانی کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

اس دفعہ مندرجہ ذیل مقامات پر ۴۷ء کے بعد پہلی مرتبہ تبلیغی جلسے کرنے کا موقعہ ملا۔ بعض شر پسند عناصر نے منفی پروپیگنڈا کر کے ہمارے جلسوں کے انعقاد میں روک پیدا کرنے کی کوشش کی مگر بفضلہ تعالےٰ جلسے کامیابی سے منعقد ہوئے۔ اور ہمیں ان لوگوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کو دور کرنے کا موقعہ ملا۔ سنگیوٹ میں جلسہ ختم ہونے پر ایک نوجوان نے بیعت بھی کی۔ جلسوں کے مقامات یہ تھے سنگیوٹ۔ راجوری۔ ساج۔

ساج میں مناظرہ

۸ دسمبر کو ساج میں جو راجوری سے سات میل پر ہے تبلیغی جلسہ منعقد ہوا۔ خاکسار کی تقریر کے بعد ایک مقامی غیر احمدی عالم جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب نے تبادلہ خیالات کرنا چاہا۔ چنانچہ ان کی اس خواہش کو قبول کیا گیا۔ اور وفات مسیح پر مناظرہ شروع ہوا۔ لیکن وہ مولوی صاحب قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے دلائل کے سامنے چند منٹ نہ ٹھہر سکے۔ ان کی اس علمی کمی اور کمزوری کو دیکھتے ہوئے بعض شر پسند نوجوانوں نے دخل اندازی کی۔ اور اثر کو زائل کرنا چاہا مگر سنجیدہ مزاج اور سلیم الفطرت احباب نے عقائد جماعت احمدیہ کے بارہ میں اچھے تاثرات ظاہر کئے اور خواہش کی کہ ہم پھر بھی وہاں جلسے کریں۔

پریذیڈنٹ انتخاب

مرکزی نظارت علیا کے ارشاد کے ماتحت پریذیڈنٹ انتخاب بھی کروایا گیا۔

پونچھ کا علاقہ پہاڑی ہے۔ رستے دشوار گذار ہیں مگر احمدی احباب کے اخلاص اور جذبہ تبلیغ کو دیکھ کر سفر کی کوفت دور ہو جاتی ہے۔ چارکوٹ اور کالابن کے احباب اس ضمن میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اللہ تعالےٰ سب کے اس جذبہ خلوص کو بڑھائے اور دورہ کے نیک نتائج پیدا ہوں۔ آمین ٭

کلکتہ میں سیرت پیشوایانِ مذاہب کا عظیم جلسہ

از مکرم محمد نور عالم صاحب بیگو سرائی ایم اے کلکتہ

سابقہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے اس سال بھی جماعت احمدیہ کلکتہ نے ۲ر دسمبر ۱۹۶۲ء کو بوقت ۵½ بجے شام بمقام مسلم انسٹی ٹیوٹ ہال ۲۱ ویلسلی اسکوائر پیشوایانِ مذاہب کا جلسہ منعقد کیا۔ اردو اخبارات کئی روز تک اعلانِ جلسہ کرتے رہے۔ پوسٹرز و ہینڈ بلز کی چسپیدگی و تقسیم میں خدام الاحمدیہ کی مساعی قابلِ ستائش ہیں۔ اشتہارات کی فیاضانہ تقسیم کی وجہ سے خلافِ توقع اجتماع زیادہ تھا۔

کلکتہ کے مشہور و معروف بیرسٹر راجہ بی این رائے چودھری، شریف آف کلکتہ نے جلسے کی صدارت فرمائی۔ مکرم الحاج منشی محمد شمس الدین صاحب نے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ بعد ازاں مکرم مظہر احمد صاحب بانی نے خوش الحانی سے ایک نظم سنائی۔

مکرم عبد الرحیم صاحب نے انگریزی میں افتتاحی ایڈریس پڑھا۔ آپ نے اپنے ایڈریس میں جلسہ پیشوایانِ مذاہب کی غرض و غایت بتائی۔ اور فرمایا کہ دنیا میں حقیقی امن اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ انسان یہ محسوس نہ کرے کہ ہر قوم کا روحانی پیشوا قابلِ تعظیم ہے۔

پارسی مذہب کے نمائندہ مسٹر آردشیر دین شاہ بی اے ایم آئی ای نے حضرت زرتشت علیہ السلام کی سیرت پر انگریزی میں تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا "ان کا کمال یہ ہے کہ وہ اہرمنی قوتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے یزدانی قوتوں کے آگے جھک جائے۔" نیز فرمایا کہ ایران کی وحشی قوموں کو تہذیب و تمدن کا پہلا درس حضرت زرتشت سے ملا تھا۔ دورانِ تقریر میں آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جماعت احمدیہ سے میری واقفیت کولمبو میں ہوئی۔ اور اب تک مجھ پر یہی اثر ہے کہ اس جماعت سے لوگوں نے ہمیشہ "صلح و آشتی" کا پیغام سنا ہے۔

سوامی دسنگانندا نے رام کرشن مشن کے اصلاحی کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تک ہم کشادہ قلبی سے دیگر مذاہب کی خوبیوں کو تسلیم نہ کریں دنیا سے اختلافات ختم نہیں ہو سکتے۔

مکرم جناب پروفیسر اختر احمد صاحب اورینوی ایم اے ڈی لٹ نے اسلام اور کمیونزم پر ایک مبسوط تقریر فرمائی۔ اشتراکی نظامِ معاشرہ کے کھوکھلے اصولوں کا اسلام کی یقینی وعملی تعلیم سے موازنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اشتراکی واشتمالی طرز کی حکومتوں کی یہ کوشش کہ افرادِ قوم کے درمیان جبراً مساوات قائم کی جائے بالکل غیر فطری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اشتراکی ممالک میں امیر و غریب کو برابر کرنے کے لئے حکومت طاقت کا سہارا لیتی ہے یہی وجہ ہے کہ اشتراکی ملکوں کی طرف سے جابرانہ و جارحانہ اقدامات ہوتے رہتے ہیں اور پڑوس کے نسبتاً زیادہ خوشحال و امن پسند ملکوں پر ان کی حریصانہ نگاہ پڑتی ہے۔ سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اسلام نے بھی دولت کی تقسیم کی ہے۔ مگر اس طور سے کہ امیر اور غریب کے درمیان نفرت کی بجائے محبت پیدا ہو۔ اسلام نے فقط تقسیم زر ہی کی تعلیم نہیں دی ہے بلکہ علم و فن شفقت و محبت کو بھی تقسیم کر دینے کی تلقین کی ہے۔ فرمایا کمیونسٹ مادیت کی دیوار اتنی بلند کرتے جا رہے ہیں۔ کہ اوپر جا کر یا تو یہ دیوار کج ہو جائے گی یا خود ان کے سروں پر آ گرے گی۔

نصف گھنٹے کی تقریر میں فاضل مقرر نے کمیونزم کے بعض مبہم اور غیر واضح اصولوں کی وضاحت فرمائی۔ اور اس کے مقابل میں نظامِ معیشت کا صحیح اسلامی تصور پیش فرمایا۔

امیر جماعت احمدیہ کلکتہ مکرم مولینا بشیر احمد صاحب فاضل نے جماعت کلکتہ کی طرف سے قومی دفاعی فنڈ میں مبلغ ایک ہزار ایک سو ایک روپیہ پیش فرمایا۔ صدر جلسہ نے اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ جماعتِ احمدیہ کلکتہ کا یہ عطیہ ان کی خلوص نیتی اور وطن پرستی پر مبنی ہے۔ جو یقینی لائقِ تحسین ہے۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں پیشوایانِ مذاہب کے جلسے کی قیمتی لفظوں میں تعریف کی۔ اور فرمایا کہ اس قسم کے جلسے قومی یکجہتی کے لئے راستہ ہموار کرتے ہیں۔

صدرِ جلسہ جناب راجہ بی این رائے چودھری اپنی بعض ناگزیر مصروفیتوں کی وجہ سے قبل از وقت صدارت کے فرائض سے سبکدوش ہو کر ساڑھے سات بجے تشریف لے گئے۔ آپ کے بعد کرسئ صدارت پر مکرم پروفیسر اختر احمد صاحب اورینوی رونق افروز ہوئے۔

حسبِ پروگرام ڈاکٹر محمد عارف خانصاحب نے دلکش ترنم کے ساتھ ایک نظم سنائی۔ ازاں بعد شری کمار ایس این رائے نے انگریزی میں تقریر کی۔ آپ کی تقریر کا زیادہ تر حصہ تحریکِ احمدیت کی تعریف میں تھا۔ احمدیوں کی وسیع النظری اور امن پسندی سے آپ اتنے متاثر تھے کہ اختتامِ جلسہ پر آپ نے کچھ روپے جماعت کلکتہ کے مقامی فنڈ میں بطور چندہ عطا فرمائے۔

مکرم الحاج مولانا محمد سلیم صاحب فاضل کا موضوعِ تقریر "سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام" تھا۔ یہ ایسا موضوع ہے جس سے کوتاہ فہم مشتعل ہو جاتے ہیں۔ لیکن فاضل مقرر نے دلنشین پیرایہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف سامعین سے کرایا۔ آپ نے فرمایا کہ غیر احمدیوں کا یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت و روحانی عظمت کے قائل نہ تھے۔ مکرم مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے ایسے اقتباسات پڑھ کر سنائے جن سے آپ کا عشقِ رسول ظاہر ہوتا ہے۔ مکرم موصوف نے حضرت مسیح موعود کی سیرتِ پاک کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ محض بغض و عناد کی وجہ سے کسی صداقت کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ایمانداری کا تقاضا یہ ہے کہ جب بھی کسی کی طرف سے دعوتِ حق ملے تو اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔ اور کسی معقول نتیجہ پر پہنچے بغیر مخالفت میں عجلت نہ کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی اولاد کے بارے میں نیک نیت رکھتا ہے اور نہیں چاہتا ہے کہ اس کی اولاد ضائع ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کے حق میں جس رنگ میں دعائیں کی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے دعووں پر یقین تھا۔ اور آپ کے قلب کو پوری تسلی تھی۔ آپ کا یہ دعا کرنا کہ جو کچھ اے خدا تو نے مجھ کو دیا ہے میری اولاد کو بھی دے بتاتا ہے کہ آپ اپنے منجانب اللہ ہونے میں ذرا بھی شک نہ کرتے تھے۔ آپ کی تقریر دلچسپ اور جامع تھی۔

پروفیسر ہیرالال چوپڑہ ایم اے ڈی لٹ نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے کامل توحید کا تصور پیش کیا ہے۔ ہر روز دن میں پنج بار موذن توحید کا اعلان کرتا ہے۔ فرمایا اسلام کا خدا ایک ہے دین ایک ہے رسول ایک ہے کتاب ایک ہے۔ بہت ممکن ہے آنے والے زمانوں میں دنیا کی منتشر آبادیاں فکر و عمل کے لحاظ سے بھی سمٹ کر ایک ہو جائیں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ بعض لوگوں کی طرف سے یہ سوال ہوتا ہے کہ جب اسلام کی عظمت مسلم ہے تو پھر سب ہی مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ مسلمان ہونا آسان نہیں۔ اس راہ میں بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں شہادت کے لئے سر کف رہنا پڑتا ہے۔ آپ کی تقریر سلیس اردو زبان میں ہوئی اور سامعین کافی متاثر تھے۔

مکرم جناب مولینا بشیر احمد صاحب فاضل کا مضمون سیرت حضرت کرشن و حضرت رامچندر تھا۔ آپ نے بھارت ورش کے قدیم وحشیانہ عقاید و رسوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت بھارت ورش کو ایک آکاش دوت کی ضرورت تھی۔ ایشور نے حضرت کرشن کو بھیج کر اس ضرورت کو پورا کر دیا۔ حضرت کرشن کی زندگی دشمنانِ دین کے خلاف ایک مجاہدہ تھی۔ آپ نے وقت کے مطالبوں کو سمجھا اور مناسبِ حال اقدام کر کے دین کے مخالفوں کو خائب و خاسر کیا۔ حق و باطل کی یہ جنگ مہابھارت کا نام پا کر دنیا میں مشہور ہوئی۔ کرشن جی نے فنونِ جنگ میں نئے نئے طریقے پیش کئے۔ اور آلاتِ جنگ کو ترقی یافتہ شکلوں میں پیش کیا۔ فاضل مقرر نے گیتا کے حوالوں سے ثابت کیا کہ حضرت کرشن توحید مساوات اور رواداری کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت رام چندر جی کی سیرت کے چند مخصوص پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حضرت رام چندر کی راون سے جنگ دراصل حق و باطل کی جنگ تھی۔ اس موقعہ پر آپ نے رامائن کے اہم کانڈوں سے ہندی کے بیں شلوک پڑھے جو بے حد پسند کئے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا والے ہندوستان کے اوتاروں کو نہیں پہچانتے تھے لیکن اسلام نے اس دیش کے اوتاروں کو پھر سے زندہ کیا۔ اور آج احمدی اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ حضرت رام چندر و حضرت کرشن خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔

آخر میں اے آر خانی صاحب (احمدی مبلغ) نے حضرت گوتم بدھ کی سیرت پر تقریر کی جو سامعین نے دلچسپی سے سنی۔

تقریری پروگرام کے اختتام پر مکرم مولینا محمد سلیم صاحب نے اجتماعی دعا کرائی اور جلسہ کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔

اس جلسہ کی کارروائی کلکتہ کے انگریزی و بنگلہ اخبارات میں شائع ہوئی۔ اسٹیٹسمین نے ایک مختصر سا نوٹ شائع کیا۔ اور ہندوستان اسٹینڈرڈ نے تفصیل سے جلسے کی رپورٹ شائع کی۔

بنگلہ اخبارات "جوگانتر" اور "آنند بازار پتریکا" نے بھی تفصیلی رپورٹیں شائع کیں۔ یہ جلسہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔

درخواستِ دعا

میرے بڑے بھائی صاحب کی محکمہ میں ترقی ہونے والی ہے مگر کچھ روک پیدا ہو رہی ہے۔ دعا فرمائی جائے کہ ترقی مل جائے۔

خاکسار سید بشیر الدین احمد کٹکی مبلغ سلسلہ شاد نگر آندھرا

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور مکرم ناظر صاحب بیت المال کی

حیدرآباد میں تشریف آوری اور ایک عظیم الشان جلسہ

رپورٹ مرسلہ مکرم مولوی محمد عمر صاحب مالاباری مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم حیدرآباد

مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۶۲ء بروز اتوار ۶½ بجے صبح حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان مع اہل و عیال اور مکرم جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال قادیان حیدرآباد تشریف لائے۔ اسٹیشن پر کثیر تعداد میں احمدی احباب اور مستورات استقبال کے لئے موجود تھے گلپوشی اور تعارف کے بعد معزز مہمان احباب جماعت سمیت قیام گاہ تک کاروں اور جیپوں میں تشریف لائے۔

اخباری نمائندہ سے انٹرویو

دوسرے دن دونوں معزز مہمان صاحبان سے ملاقات کی خاطر مکرم ڈاکٹر ہاشمی صاحب جو مقامی ہفتہ وار انگریزی اخبار Blaze Current Weekly کے ایڈیٹر اور نمائندہ ہیں چند دوستوں کے ہمراہ تشریف لائے۔ انہوں نے پہلے جناب ناظر صاحب بیت المال سے جماعت احمدیہ کے کارناموں بالخصوص دفاعی فنڈ میں جماعت کی مساعی کے بارہ میں تفصیلی گفتگو کی۔ اور مکرم ناظر صاحب نے جماعت کی طرف سے نقدی اور خون کی پیشکش کی تفصیل بتائی۔ اس کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ہم ہندوستان کی سرحدوں پر چین کے جارحانہ حملہ کو سیاسی اور مذہبی دونوں نقطہ ہائے نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہر احمدی اپنا یہ مذہبی فرض سمجھتا ہے کہ ایسے موقعہ پر وطن کے دفاع کے لئے اپنی حکومت سے پورا تعاون کرے۔ ہندوستان پر چین کے تسلط سے اور چینی کمیونزم کے غلبہ سے مذہب کے تصور کو سخت نقصان پہنچتا ہے اور ہم جو ایک مذہبی اور تبلیغی جماعت ہیں ہماری مساعی یقیناً جاری نہیں رہ سکتیں۔ اس لئے مذہبی اور سیاسی دونوں پہلوؤں سے جماعت احمدیہ اپنا یہ فرض سمجھتی ہے کہ چینی جارحیت کی مدافعت کے لئے اپنی حکومت کے ساتھ ہر طرح تعاون کرے۔

گفتگو جاری رکھتے ہوئے صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ مسئلہ جہاد سے متعلق ہماری جماعت کا موقف یہ ہے کہ جہاد بالنفس (مجاہدۂ نفس) اور جہاد بالقرآن اولیٰ ہے۔ اور جہاد بالسیف تو صرف مذہب پر دست اندازی کی صورت میں یعنی اس صورت میں کہ مذہب کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہو جائز ہے۔ ورنہ اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلانا ہرگز جائز نہیں۔ اور نہ ہی یہ امر جائز ہے کہ جو حکومت مذہبی آزادی دیتی ہو اس کے خلاف کسی بھی قسم کی بغاوت کی جائے۔ یا اس کے قانون کو توڑا جائے۔

آپ نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کی ستر سالہ تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ جماعت کے کسی فرد نے آج تک کسی قسم کی بغاوت بلکہ ہڑتال میں بھی حصہ نہیں لیا۔ اس کے بعد آپ نے جماعت کی رواداری، مساوات اور تبلیغی مساعی پر روشنی ڈالی۔

نمائندہ اخبار ہر دو بیانوں کو بغور سنتے رہے اور نوٹ لیتے رہے اور انہوں نے دو گروپ فوٹو بھی لئے۔ یہ انٹرویو ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔

اس انٹرویو کی تفصیلی رپورٹ مقامی روزنامہ "ملاپ" مورخہ ۲۱؍نومبر میں شائع ہوئی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کے اس ورود سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جماعت احمدیہ حیدرآباد کے زیر اہتمام یکم دسمبر کو شام کے ۶½ بجے محلہ مراد نگر میں ایک عظیم الشان جلسہ عام آنمحترم کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ مکرم مولوی حکیم محمد الدین صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ شیموگہ کی تلاوت اور مکرم محمد عبداللہ صاحب بی ایس سی ایل ایل بی کی نظم خوانی کے بعد مکرم چوہدری مبارک علی صاحب مبلغ انچارج آندھرا پردیش نے تعارفی تقریر کی۔ جس میں جلسہ کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے تبلیغ اسلام کے لئے جماعت احمدیہ کی مساعی کا مختصر سا خاکہ سامعین کے سامنے پیش کیا۔ اس کے بعد مولوی محمد کریم الدین صاحب فاضل نے زندہ خدا کے عنوان پر تقریر کی اور بتایا کہ خدا تعالیٰ کی زندگی کا ثبوت اس کی صفت تکلم کا جاری رہنا ہے۔ ثبوت کے طور پر مقرر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت وجود کو پیش کیا۔ جن پر اس زمانہ میں کثرت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی وحی اور الہامات نازل ہوئے۔

دوسری تقریر مکرم میر احمد صادق صاحب نسیم نے "زندہ رسول" کے موضوع پر ہوئی۔ آپ نے سورۃ الضحیٰ کی ابتدائی آیات کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت رسول اکرم کے زندہ ہونے کے ثبوت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نازل فرمایا ہے جن کا یہ دعویٰ ہے کہ مجھے جو کچھ ملا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے نتیجہ میں ملا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کا فیضان اب بھی جاری ہے۔ اور یہی آپؐ کے زندہ رسولؐ ہونے کی زبردست دلیل ہے۔

تیسرے نمبر پر خاکسار نے اپنی تقریر میں قرآن کریم، احادیث اور بائیبل میں مذکورہ علامات کے ذریعہ یاجوج ماجوج کی حقیقت - ان کے خروج اور پھر ان کی تباہی کا تفصیل سے ذکر کیا۔ اور بتایا کہ یاجوج ماجوج سے مراد روس اور امریکہ ہیں۔ تقریر کے آخر میں جماعت احمدیہ کے موجودہ امام کے اس رؤیا کا بھی ذکر کیا جس میں کمیونزم کو ایک بہت بڑے اژدہا سے تشبیہ دی گئی ہے۔

چوتھی تقریر "مسلمانوں کی موجودہ مشکلات کا حل" کے عنوان پر مکرم چوہدری مبارک علی صاحب فاضل نے کی۔ آپ نے بعثت مجددین والی حدیث پیش کرتے ہوئے بتایا کہ مسلمانوں کی مشکلات کا حل خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے اور مامور وقت کے ساتھ وابستہ ہونے میں مضمر ہے۔ موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی اخلاقی، مذہبی اور روحانی گراوٹ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ کسی روحانی رہنما کی رہبری کے بغیر مسلمانوں کی یہ افسوسناک حالت بدل نہیں سکتی۔ حضرت رسول اکرمؐ نے ناجی فرقہ کی علامت یہ بتائی ہے کہ وہ ایک جماعتی شکل میں ہوگا۔ اور لیس الجماعة الا بامام کے مطابق اس جماعت کے لئے ایک واجب الاطاعت امام اور مرکز کی ضرورت ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ تمام باتیں جماعت احمدیہ میں پائی جاتی ہیں۔

جلسہ کی آخری تقریر مکرم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان ایڈیٹر "آزاد نوجوان" مدراس کی تھی۔ آپ نے احمدیت کی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم الشان کارناموں کا ذکر کیا آپ نے اپنی اس پرجوش تقریر انگریزی زبان میں کی جسے لوگوں نے توجہ سے سنا۔

اس کے بعد محترم صدر جلسہ نے اپنی صدارتی تقریر میں جماعت احمدیہ کے عقائد دلنشین پیرائے میں بیان فرمائے۔ آپ نے فرمایا ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن کریم کے بیان کردہ اصول اور رسول اکرم صلعم کی پیشگوئیوں کے مطابق اسلام کی خدمت کے لئے مبعوث کیا گیا ہے ہمارا خدا، ہمارا رسول ہماری شریعت، ہماری کتاب اور ہمارا کلمہ ایک ذرہ بھر فرق کے بغیر وہی ہے جسے اسلام نے پیش کیا۔ اور ان تمام باتوں میں ہمارا اور دوسرے مسلمانوں کا اشتراک ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ احمدی اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ جن کا یہ دعویٰ ہے کہ مجھے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی کامل پیروی اور کامل شاگردی اختیار کرنے کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا شرف بخشا اور نبی کا لقب عطا فرمایا۔ البتہ میری نبوت دوسرے نبیوں کی طرح مستقل نہیں۔ بلکہ ایک طرف اگر میں نبی ہوں تو دوسری طرف امتی ہوں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتی ایک زیادتی اور ظلم ہے۔ حالانکہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی تصنیفوں میں اور تقریروں میں کئی دفعہ وضاحت فرمائی تھی کہ ہم حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو صدق دل سے خاتم النبیین مانتے ہیں۔

الغرض دعا کے بعد یہ جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔

اس جلسہ کا اعلان پوسٹرز اور چھوٹے اشتہارات کے ذریعہ تمام محلہ میں کیا گیا تھا اور مقامی اخباروں میں بھی جلسہ کے متعلق اعلانات شائع کروائے گئے تھے۔ جلسہ میں غیر احمدی حضرات کی حاضری تسلی بخش تھی۔ لاؤڈ سپیکر کا اور مستورات کے لئے پردہ کا انتظام عمدہ تھا۔ جلسہ کے دوران میں تمام سامعین کی خدمت میں چائے پیش کی گئی۔

یہ امر یہاں قابل ذکر ہے کہ اس جلسہ کے تمام اخراجات اور ضروری انتظامات مکرم خواجہ عبدالحمید صاحب انصاری قائد مجلس خدام الاحمدیہ نے اپنی شادی کی خوشی میں جو کہ ۳۰؍نومبر کو عمل میں آئی تھی۔ اپنے طور پر کئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر بخشے اور اس جلسہ کے اور مرکز سلسلہ سے تشریف لانے والے معزز مہمانوں کے ورود مسعود کے بہتر نتائج پیدا فرمائے۔ آمین۔

اسلام و احمدیت کے متعلق قابلِ مطالعہ لٹریچر

اگر آپ اسلام اور احمدیت کے متعلق ٹھوس معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان کی طرف سے شائع کردہ کتب و رسائل کا حسبِ پسند زبان میں مطالعہ کریں۔ ان کے مطالعہ سے آپ کو حقیقی مذہب اور اس کی خصوصیات اور اہمیت کے بارہ میں نہایت تسلی بخش طور پر پختہ دلائل سے آگاہی ہوگی۔ امنِ عالم کے قیام کی بہترین تجاویز اور دنیا میں روحانی انقلاب کے لئے جن اسباب و ذرائع کو عمل میں لانے کی شدید ضرورت ہے سب کچھ ذیل کے لٹریچر میں مل سکتا ہے :-

۱۔ لائف آف محمدؐ انگریزی۔ — دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی مصنفہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس حصہ کی الگ اشاعت جو سیرۃ النبی صلعم سے تعلق رکھتا ہے۔

۲۔ خصوصیاتِ قرآن انگریزی — از دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ اس حصہ میں خصوصیاتِ قرآن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۳۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام مجلد (انگریزی) — حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ مضمون کانفرنس مذاہب عالم لنڈن ۱۹۲۴ء میں پڑھا گیا۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا کہ اس زمانہ میں احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔ اسلام و احمدیت کی تعلیم اور اس کے تمدنی احکام کو بھی بیان کر کے ان کی فضیلت کو ظاہر کیا گیا ہے۔

۴۔ اسلامی اصول کی فلاسفی انگریزی (مجلد) — انسان کی جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتوں کا بیان۔ الہام اور بعث بعد الموت کی بحث۔ روحانی علوم کے ذرائع۔ نیز قرآن کریم کی تعلیم کی فضیلت۔ تعدد ازدواج۔ پردہ کی حکمت اور قرآن کریم کی متعدد آیات کی لطیف تفسیر۔

۵۔ اسلامی اصول کی فلاسفی اردو — " " " " " " " " " " " "

۶۔ کشتیٔ نوح (اردو) — سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے اپنی جماعت کو نصائح اور تعلیم احمدیت اور اپنے عقائد کا بیان۔ قبر مسیحؑ کے متعلق ایک اسرائیلی عالم کی شہادت۔ انجیل اور قرآن کریم کی تعلیم کا موازنہ۔

۷۔ امن کے شہزادہ کا آخری پیغام۔ (اردو) — سچے مذہب کی دلیل۔ بین الاقوامی اتحاد کے زریں اصول۔ اور ان پر عمل پیرا ہونے کی دعوت۔ ایک دوسرے کے مذہبی بزرگوں کی تعظیم کی تلقین۔

۸۔ امن کے شہزادہ کا آخری پیغام (انگریزی) — " " " " " " " " "

۹۔ ضرورتِ مذہب (اردو) — مذہب پر اعتراضات کے جوابات۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کے دلائل۔ انسانی پیدائش کا مقصد۔ ضرورتِ مذہب کے دلائل۔ اسلام بمقابلہ دیگر مذاہب

۱۰۔ تبلیغ اسلام زمین کے کناروں تک۔ اردو باتصویر۔ — تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں جماعتِ احمدیہ کی عظیم الشان خدمات۔ جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی جدوجہد پر غیروں کی آراء۔ یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیا کے تبلیغی مشنوں اور احمدیہ مساجد وغیرہ کی تفصیل۔

۱۱۔ آسمانی پیغام (اردو) — شائع کردہ بر موقعہ آل انڈیا کانگرس سیشن امرتسر ۱۹۵۶ء۔ جماعت احمدیہ کی خصوصیات کا بیان۔ باہمی جھگڑوں کے حل کا طریق۔

۱۲۔ سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ — وہ معرکۃ الآراء کتاب جس نے ملک کے ہر طبقہ میں مقبولیت حاصل کی۔ سکھ مذہب کی مستند تواریخ کے حوالوں سے ہر دو قوموں کے خوشگوار مراسم اور تعلقات اور اتحاد کا مرقع۔ ہندو مسلم اور سکھ علماء اور اخبارات نے اس پر بہترین ریویو لکھے ہیں۔

۱۳۔ چونویں پھُل (گورمکھی) — ترجمہ " " "

اس کے علاوہ ہر قسم کا تبلیغی لٹریچر جو ہر قسم کے مذہبی مسائل پر مشتمل ہے۔ نظارت ہذا سے مل سکتا ہے۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنے حلقۂ احباب اور دائرہ اثر میں تقسیم کرنے کے لئے لٹریچر خرید فرمادیں۔ اس سے تبلیغی اغراض بھی پوری ہوں گی اور نظارت ہذا اسی فنڈ سے مزید لٹریچر بھی شائع کر سکے گی۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی گذارش ہے کہ گذشتہ عرصہ میں جماعت کے مخلصین نے چندہ نشر و اشاعت میں جس فراخدلی سے حصہ لیا تھا اس کی رفتار مدھم پڑ گئی ہے۔ حالانکہ تبلیغ کے کام کو پھیلانے کے لئے ہمیں ہر نئے سال میں پہلے سے زیادہ فنڈز کی ضرورت ہوتی ہے امید ہے کہ احباب اس طرف خاص توجہ فرمائیں گے

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

REGD. NO. P-67

The Weekly Badr Qadian

20, 27 DECEMBER 1962 NO. 51,52